آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
تو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

رسالہ ریویو آف ریلیجنز

یعنے دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۸ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۴

مطابق رجب سنہ ۱۳۳۷ھ

فہرست مضامین

حضرت خلیفۃ المسیح اول شاہی حکیم مولٰنا مولوی نورالدین صاحب کی مجرب ادویات

سرمہ لاثانی کمزوری آنکھ۔ دھند۔ جالا۔ سرخی چشم۔ ضعف بصارت۔ آنسوؤں کا جاری رہنا۔
ان امراض کا لاثانی سرمہ۔ قیمت ۶ ماشہ ع۸ر

سرمہ برقی۔ کمزوری آنکھ۔ خارش۔ آنکھوں سے پانی کا آنا۔ دھند۔ قیمت ۶ ماشہ عہ ر

حب اکسیر جنین۔ اٹھرا کی بیماری کا مجرب المجرب علاج۔ اٹھرا یعنی حمل کا گر جانا۔ بچہ کا مردہ پیدا ہونا۔ قیمت فی تولہ عہ

مومیائی۔ بدن کی طاقت کے لئے اکسیر۔ تمام قوتوں کا مجموعہ۔ کیسی ہی کمزوری ہو اسکے استعمال
سے رفع ہو جاتی ہے۔ قیمت فی تولہ عمہ

معجون مسکی۔ بدن کی زردی۔ کمی خون۔ دل کا دھڑکنا۔ معدہ کی کمزوری۔ سانس کا پھولنا۔
ان بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔ قیمت ۴ تولہ عہ ر

حب سعال۔ وہ خشک کھانسی جو آرام لینا کالعدم کردے اور کھانستے کھانستے سینہ درد کر دے
چند گولیوں کے کھانے سے آرام ہو جاتا ہے۔ ۴ درجن عہ ر

حب اصفر۔ مرطوب کھانسی کی ضامن۔ نزلہ۔ زکام۔ بلغمی تپ اسکے استعمال سے کافور
ہو جاتا ہے فی درجن ۶ ر

حب جانا۔ تمام بدن کی کھوئی ہوئی طاقت کا واپس لانا انکا فرض عین ہے کمی خون کو چند یوم میں پورا کر دینا
انکا منصب ہے تمام پٹھوں کی کمزوری کیلیئے انکے اندر برقی تماشا ہے دماغ کی قوت میں بے مثل ہیں
نسیان کو دور کرنا انکے ہاتھ کا کھیل ہے۔ منگواؤ اور فائدہ اٹھاؤ۔ ۲۰ گولیاں عہ

تریاق معدی۔ درد شکم۔ تبخیر۔ بد ہضمی۔ متلی۔ قے۔ نفخ۔ کمزوری معدہ۔ غذا کا ہضم ہونا۔
ترش ڈکاروں کا آنا۔ ان امراض کیلیئے تحفہ کاغانی ہے۔ فی شیشی ۱۲ر

مرہم۔ پرانے اور نئے اور گندے سے گندے زخم چند یوم کے استعمال سے اچھے
ہو جاتے ہیں۔ ڈبیہ ۱۲ر

ملنے کا پتہ:۔ **ناظم جان عبد الرحمٰن کاغانی۔ قادیان ضلع گورداسپور**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہمارا آقا صلے اللہ علیہ وسلم

باب چہارم

(آنحضرت صلعم کی بعد از بعثت مکّی زندگی کے حالات)

طلوع آفتاب

باب دوم میں ہم نے عرب کو اس حالت میں چھوڑا تھا جب کہ صبح کی سفیدی افق مشرق میں نمودار ہو چکی تھی اور آفتاب عالمتاب طلوع کرنے کو تھا آنحضرت صلعم حسب معمول غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے اور عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور رؤیا صالحہ کا آغاز ہو چکا تھا۔ مورخین اپنے علم کے مطابق اس زمانہ کو چھ ماہ پر پھیلا ہوا بیان کرتے ہیں واللہ اعلم۔

اب حضرتؐ کی عمر چالیس سال کی ہو چکی تھی اور طبیعت نبوّت اور رسالت کی پختگی کو پہنچ چکی تھی۔ رمضان کا مبارک مہینہ تھا۔ حضرتؐ حسب معمول غار حرا کے اندر عبادت حق تعالےٰ میں مصروف تھے کہ یکلخت آپ پر کشفی حالت طاری ہوئی اور ایک فرشتہ آپؐ کے سامنے نمودار ہوا۔ اس ربّانی رسول نے حضرتؐ سے مخاطب ہو کر کہا اقرأ یعنی پڑھ۔ حضرتؐ نے جواب میں فرمایا ما انا بقاریٔ یعنی میں پڑھ نہیں سکتا۔ فرشتہ نے حضرتؐ

کا یہ جواب سُنا تو اس نے حضرتؐ کو پکڑا اور خوب زور سے بھینچا اور پھر چھوڑ کر کہا اقرأ یعنی پڑھ۔ مگر رسالت مآب کی طرف سے پھر وہی جواب تھا کہ ما انا بقاری۔ پھر فرشتہ نے پکڑا اور خوب زور سے بھینچا اور پھر چھوڑ کر کہا اقرأ مگر ادھر سے پھر وہی جواب تھا۔ اس پر اس ربانی رسول نے آپ کو تیسری دفعہ پکڑ کر پھر نہایت زور کے ساتھ بھینچا گویا آپ کے قلب پر اس معانقہ سے اثر ڈالتا تھا اور پھر چھوڑ کر کہا اقرأ باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرأ وربک الاکرم۔ الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم۔ یعنی پڑھ اپنے ربّ کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے۔ پڑھ تیرا ربّ بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ سکھایا انسان کو وہ کچھ جو وہ جانتا نہ تھا۔"

یہ کہکر فرشتہ غائب تھا۔ مگر حضرتؐ کی حالت سخت گھبراہٹ کی تھی اور دل دھڑک رہا تھا کہ خدا جانے کیا ہونے کو ہے۔ اسی حالت میں جلدی جلدی گھر پہنچے اور اپنی زوجہ محترمہ خدیجہؓ سے فرمایا زملونی زملونی یعنی مجھ پر کوئی کپڑا ڈالو۔ مجھ پر کوئی کپڑا ڈالو۔ خدیجہؓ خاوند کی یہ حالت دیکھکر گھبرائی اور جھٹ آپ پر کپڑا اڑھا دیا۔ اور آپ لیٹ گئے۔ جب ذرا اطمینان ہوا تو آپ نے خدیجہؓ کو ساری کیفیت سنائی اور آخر میں فرمایا لقد خشیت علےٰ نفسی یعنی مجھے تو اپنی جان پر ڈر پیدا ہوگیا ہے۔" خدیجہؓ محرم حال تھی بولی کلا ابشر فواللہ لا یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علےٰ نوائب الحق۔ یعنی ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ آپ خوش ہوں کیونکہ خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی ذلیل نہیں کریگا آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور صادق القول ہیں اور لوگوں کے بوجھ بٹاتے ہیں اور گم شدہ اخلاق کو جمع کرنے والے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں لوگوں کے مددگار بنتے ہیں۔" ایسے وقت میں خدیجہؓ کی یہ گواہی جس میں کسی قسم کی تصنع کی گنجائش نہیں نکالی

جا سکتی آپ کے صدق دعویٰ کا ایک نہایت عظیم الشان ثبوت ہے جسے دشمن بھی قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس کے بعد خدیجہؓ حضرتؐ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئی جو عیسائی مذہب کا پیرو تھا اور صحف انبیائؑ سے واقف تھا اور اس سے کہا کہ اے بھائی ذرا اپنے اس بھائی کے بیٹے سے ایک بات تو سنو۔ اس نے کہا ہاں بھائی کے بیٹے کیا کہتے ہو۔ حضرتؐ نے سب ماجرا سُنا دیا۔ ورقہ نہایت بوڑھا ہو چکا تھا اور اسکی آنکھوں کی بینائی بھی جا چکی تھی جواب میں کہنے لگا "یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰؑ پر وحی لاتا تھا۔ اے کاش مجھ میں طاقت ہوتی اے کاش میں اسوقت تک زندہ رہوں جب تیری قوم تجھے تیرے وطن سے نکال دیگی"۔ حضرتؐ نے حیران ہو کر پوچھا "میں کیا میری قوم مجھے نکال دیگی"۔ اس نے کہا "ہاں کوئی رسول نہیں آیا کہ اسے اس کی قوم نے دکھ اور تکلیف میں نہ ڈالا ہو اور اگر میں اسوقت تک زندہ رہا تو میں تیری خوب مدد کرونگا"۔ مگر ورقہ کو یہ دن دیکھنے نصیب نہ تھے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔

فترہ وحی اسکے بعد وحی کا سلسلہ رُک گیا اور ایک کافی لمبے عرصہ تک (جسکے متعلق مورخین میں اختلاف ہے) رُکا رہا۔ اس زمانہ کو فترۃ کا زمانہ کہتے ہیں۔ گویا آفتاب رسالت کی روشنی ایک دفعہ نظر آئی اور پھر غائب ہو گئی۔ آپؐ کے لبہائے تشنہ پر بارش کا ایک چھینٹا پڑا اور پھر بادل پھٹ گئے۔ حضرتؐ نے یہ ایام بڑی گھبراہٹ اور سخت بے تابی کی حالت میں کاٹے۔ دن رات اُٹھتے بیٹھتے نہایت پریشانی اور بے چینی کی حالت رہتی تھی۔ اور آپ کو اپنی جان پر ڈر تھا کہ خدا جانے کیا معاملہ ہے اور کیا ہونے والا ہے اور اس غیر مانوس غیبی رسول کا آنا کیا معنی رکھتا ہے اور یہ سب پیغام و سلام خدا کی طرف سے ہے یا کیا بات ہے؟ ان سوالات نے آپؐ کو سخت بے چین کر رکھا تھا۔

اسی کش مکش کی حالت میں آپؐ ایک دن غار حرا سے گھر کی طرف واپس آ رہے تھے کہ اچانک ایک بڑی آواز آئی۔ آپؐ نے آگے پیچھے دائیں بائیں سب طرف دیکھا مگر کچھ نظر نہیں آیا۔ آخر اوپر کی طرف نظر اٹھائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر وہی فرشتہ بیٹھا ہے جو غار حرا میں حضرتؐ کے پاس آیا تھا۔ حضرتؐ نے جب یہ نظارہ دیکھا تو جلال الٰہی سے دل سخت مرعوب ہو گیا اور آپ سخت گھبراہٹ کی حالت میں گھر آئے اور خدیجہؓ سے فرمایا زملونی دثرونی یعنی مجھ پر کوئی کپڑا اڈالو۔ خدیجہؓ نے جلدی سے کپڑا اڑھا دیا اور آپؐ لیٹ گئے۔ آپؐ کا لیٹنا تھا کہ ایک پُر جلال آواز آپؐ کے کانوں میں آئی کہ یا ایھا المدثر قم فانذر وربك فکبر وثیابك فطھر والرجز فاھجر یعنی اے چادر میں لپٹے ہوئے شخص اُٹھ کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے ربّ کی بڑائی بیان کر اور اپنے قلب کو پاک و صاف کر اور بُری بات سے پرہیز کر۔"

آغاز تبلیغ

اب آپؐ کی طبیعت میں یکسوئی اور اطمینان تھا اور آپؐ نے لوگوں کو حق کی طرف بلانا شروع کیا اور شرک کے خلاف تعلیم دینے لگے مگر شروع شروع میں آپؐ نے اپنے مشن کا کھلم کھلا اظہار نہیں فرمایا بلکہ صرف اپنے ملنے والوں کے حلقہ تک اسے محدود رکھا اور نہایت خاموشی کے ساتھ کارروائی شروع کی۔

حضرتؐ کے بعد سب سے پہلا مومن۔

یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ مَردوں میں سے سب سے پہلے کون مسلمان ہوا اور اس سوال پر اس قدر قیل و قال ہوئی ہے کہ کچھ حد نہیں۔ حضرت خدیجہؓ کے متعلق تو سب کا اتفاق ہے کہ وہ سب سے پہلے اسلام لائیں مگر مَردوں میں سے کس نے پہلے مانا؟ اس کے جواب میں مورخین نے تین نام لئے ہیں۔ حضرت علیؓ۔ زید بن حارثہؓ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم اجمعین۔ بعض حضرت علیؓ کا نام لیتے ہیں بعض حضرت

ابوبکرؓ کا اور بعض حضرت زید بن حارثہؓ کا۔ مگر میرے خیال میں یہ جھگڑا فضول ہے۔ حضرت علیؓ اور زید بن حارثہؓ آنحضرت صلعم کے گھر کے آدمی تھے اور دن رات آپؐ کے ساتھ رہتے تھے اور آپ کی امانت و دیانت و راست گفتاری اور اخلاق فاضلہ سے خوب واقف تھے۔ حضرت کا فرمانا تھا اور ان کا ایمان لانا۔ بلکہ ان کی طرف سے کسی قولی اقرار کی بھی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ بہرصورت حضرتؐ کے ساتھ تھے پس انکا نام بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں اور جو باقی رہے ان میں سے حضرت ابوبکرؓ مسلمہ طور پر مقدم اور سابق تھے۔ چنانچہ جب ایک دفعہ بعض صحابہؓ کی طرف سے حضرت ابوبکرؓ کو کوئی تکلیف پُہنچی تو آنحضرت صلعم نے صحابہؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا "دیکھو تم ابوبکر کو تکلیف نہ پُہنچایا کرو کیونکہ جب مَیں خدا کی طرف سے پیغام لیکر آیا تو تم سب نے کہا کہ کذبت یعنی تُو جھوٹا ہے مگر ابوبکرؓ نے کہا کہ صدقت یعنی تُو سچا ہے" پھر ایک دفعہ حضرتؐ کے سامنے حضرت حسان بن ثابتؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی مدح میں چند اشعار کہے اور ان میں یہ بھی بیان کیا کہ ابوبکرؓ آنحضرتؐ کے بعد سب سے پہلا مومن ہے۔ جب وہ شعر کہہ چکے تو حضرتؐ نے فرمایا "حسان تُو نے ٹھیک کہا" یعنی جو جو باتیں تُو نے ابوبکرؓ کی تعریف میں بیان کی ہیں وہ درست اور صحیح ہیں۔

سابقین الاوّلین

حضرت ابوبکرؓ ایمان لا چکے تو انہوں نے اپنے حلقے میں اسلام کی دعوت دینی شروع کی چنانچہ لکھا ہے کہ انکی دعوت پر شروع شروع میں پانچ اشخاص ایمان لائے اور یہ سب اصحاب اسلام میں ایسے جلیل القدر اور عالی مرتبہ نکلے کہ چوٹی کے صحابہؓ میں سے شمار کیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت عثمان بن عفان تھے جو خاندان بنو اُمیّہ میں سے تھے اور اس وقت قریباً تیس سال کی عمر کے تھے۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد یہ تیسرے خلیفہ ہوئے۔ دوسرے عبدالرحمن بن عوف تھے جو خاندان بنو زہرۃ میں سے تھے جس خاندان سے حضرت کی والدہ آمنہ تھیں حضرت عبدالرحمن بن عوف کی عمر

بھی اسوقت قریباً قریباً تیس سال کی تھی حضرت عثمانؓ کی خلافت کا سوال انہی کے ہاتھ سے طے ہوا۔ تیسرے سعد بن ابی وقاص تھے جو اسوقت بالکل نوجوان تھے یعنی ابھی ان کی عمر بیس سال کی بھی نہ ہوئی تھی۔ یہ بھی بنو زہرہ میں سے تھے اور نہایت دلیر اور بہادر تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں عراق انہی کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ چوتھے طلحہ بن عبید اللہ تھے جو وہ بھی بالکل نوجوان تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے اپنے خاندان یعنی بنو تیم میں سے تھے۔ پانچویں حضرت زبیرؓ بن العوام تھے جو آنحضرت صلعم کے پھوپی زاد بھائی یعنی حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب کے صاحبزادے تھے۔ یہ بنو اسد میں سے تھے اور اسلام لانیکے وقت بالکل نوجوان تھے۔ موخر الذکر دو اصحاب یعنی طلحہؓ و زبیرؓ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں جنگ جمل شہید ہوئے۔

یہ پانچوں اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے ہیں یعنی ان دس اصحاب میں داخل ہیں جن کو آنحضرت صلعم نے اپنی زبان مبارک سے اسی دنیا میں جنّت کی بشارت دی۔ مگر ان سابقین الاوّلین میں سے سوائے حضرت ابوبکرؓ کے ایک بھی ایسا نہ تھا جو قریش میں کوئی اثر یا وجاہت رکھتا ہو۔ بے شک یہ لوگ قریش کے اعلیٰ گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے مگر ابھی نوجوان تھے بلکہ بعضوں کو تو بچے ہی کہنا چاہیئے اسلیئے ابھی اس حالت کو نہ پہنچے تھے کہ اپنے قبیلہ پر کوئی اثر پیدا کر سکیں۔ البتہ حضرت ابوبکرؓ تمام قریش میں بہت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور انکے اخلاق اور خوش معاملگی کی وجہ سے لوگوں پر ان کا اثر تھا۔ حضرت ابوبکرؓ عمر میں آنحضرتؐ سے دو اڑھائی سال چھوٹے تھے

ان لوگوں کے علاوہ اور لوگ جو شروع شروع میں ایمان لائے وہ بعض تو قریش میں سے تھے اور بعض دوسرے قبائل سے تھے جو یا تو پہلے سے مکہ میں رہتے تھے یا آنحضرت صلعم کی وجہ سے مکّہ میں آبسے تھے۔ ان میں سے یہ چند نام خصوصیت کے ساتھ یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اوّل ابو عبیدۃ الجراح تھے جن کے ہاتھ پر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام فتح ہوا اور جن کو آنحضرت صلعم نے امین الملت کا خطاب

دیا تھا۔ ابو عبیدة عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ایسے بزرگ پایہ کے آدمی تھے کہ جب آنحضرت صلعم کی وفات پر خلافت کا سوال اٹھا تو حضرت ابو بکرؓ نے ان کی طرف اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ ان میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب شام میں سخت طاعون پڑی تو اس میں یہ بھی شہید ہوئے۔ پھر جعفر بن ابی طالب تھے جن کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ خَلق و خُلق دونوں میں آنحضرت صلعم کے شبیہ تھے۔ عبیدة بن الحارث بن مطلب تھے جو آنحضرتؐ کے قریبی رشتہ دار تھے اور آپؐ سے عمر میں بڑے تھے۔ جنگ بدر میں شہید ہوئے۔ ارقم بن ارقم تھے جن کے گھر میں آنحضرت صلعم نے بعد میں اپنا تبلیغی مرکز بنایا۔ پھر حضرت عثمانؓ بن مظعون تھے جو نہایت صوفی مزاج آدمی تھے اور جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں ہی شراب ترک کر رکھی تھی۔ ابو سلمہ بن عبد الاسدؓ تھے جن کی زوجہ ام سلمہؓ کے ساتھ کی آنحضرت صلعم کی بعد میں شادی ہوئی۔ ابو حذیفہؓ بن عتبہ تھے جن کا باپ عتبہ بن ربیعہ سرداران قریش میں سے تھا۔ ابو حذیفہؓ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ یہ سب قریش میں سے تھے۔ پھر عبد اللہ بن حجش اور عبید اللہ بن حجش تھے جو ہر دو آنحضرت صلعم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ زینب بنت حجشؓ جو بعد میں آنحضرت صلعم کے عقد میں آئیں ان کی بہن تھیں۔ لکھا ہے کہ عبید اللہ بن حجش جب حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئے تو وہاں عیسائی ہو گئے اور اسی حالت میں فوت ہوئے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اسلام سے پہلے ہی بت پرستی چھوڑ رکھی تھی۔ ان کی بیوہ ام حبیبہؓ بنت ابو سفیان آنحضرتؐ کے عقد میں آئیں۔ ان کے علاوہ عبد اللہ بن مسعود تھے جو قبیلہ ہذیل میں سے تھے اور مکہ میں عقبہ بن ابی معیط کے اونٹ چرایا کرتے تھے۔ اس اونٹ چرانے کی حالت میں ہی یہ تھے کہ اسلام کی صدا کان میں پڑی اور یہ مسلمان ہو گئے۔ عبد اللہ بن مسعود نہایت عالم آدمی تھے فقہ حنفی کی بنیاد گویا کہ انہی کے اقوال اور اجتہادات پر ہے۔ پھر ابو ذر غفاری تھے جو

قبیلہ غفار میں سے تھے۔ انہوں نے جب حضرتؐ کا دعویٰ سُنا تو اپنے بھائی کو مکّہ بھیجا کہ تحقیقات کرکے آویں کہ کیا بات ہے۔ وہ مکّہ آئے اور واپس آکر اپنے بھائی کو حالات سے اطلاع دی مگر ان کو تسلّی نہیں ہوئی خود مکّہ آئے اور حضرتؐ سے ملے اور مسلمان ہو گئے۔ نہایت نیک اور صوفی مزاج آدمی تھے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ مال جمع کرنا ناجائز ہے اور اس بنا پر بعض صحابہؓ سے ان کا جھگڑا بھی ہو جاتا تھا حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت میں ان کو حکم دیدیا تھا کہ مدینہ سے باہر جاکر الگ رہیں کیونکہ ایسے جھگڑوں سے فتنہ کا اندیشہ تھا۔

ابتدائی نماز

نماز کا ثبوت ابتدا اسلام سے ہی ملتا ہے گو اپنی موجودہ صورت میں با قاعدہ پانچ وقت کی نماز بیشک ابتدا میں فرض نہ تھی بلکہ بعثت کے دسویں سال معراج کے موقع پر فرض ہوئی۔ مگر مطلق نماز کا وجود ابتدا بعثت سے ہی نظر آتا ہے۔ اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ابتدا میں ہی جبرائیل نے آپؐ کو وضو اور عبادت کا طریق سکھا دیا تھا۔ مگر اس ابتدائی زمانہ میں جس میں تمام کارروائی نہایت خاموشی کے ساتھ کی جاتی تھی مسلمان عام طور پر عبادت کے لئے کسی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے تھے بلکہ اپنے اپنے گھروں میں یا مکّہ کے پاس کی گھاٹیوں میں الگ الگ یا موقع ہوا تو دو دو چار چار مل کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک گھاٹی میں آنحضرت صلعم اور حضرت علی نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک اس طرف سے ابو طالب کا گذر ہو گیا۔ ابو طالب یہ نظارہ دیکھکر سخت حیران ہوا اور جب یہ نماز ختم کر چکے تو ان سے دریافت کرنے لگا کہ یہ کیا دین ہے۔ حضرتؐ نے جواب دیا کہ یہ دینِ ابراہیمؑ ہے اور پھر ابو طالب کو بھی اسلام کی طرف دعوت دی۔ مگر اس نے کہا کہ مَیں تو اپنے باپ دادا کا مذہب نہیں چھوڑتا مگر حضرت علیؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ بیٹے تم بے شک محمدؐ کا ساتھ دو کیونکہ مجھے یقین ہے کہ یہ تم کو سوائے نیکی کے اور کسی طرف نہیں بلائے گا۔" اسی طرح لکھا ہے کہ ایک دفعہ چند

مسلمان جن میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے مکّہ کے پاس کسی گھاٹی میں نماز ادا کر رہے تھے کہ اچانک چند مشرکین وہاں آگذرے اور باہم کچھ تکرار ہوگئی۔ سعد بن ابی وقاص نہایت دلیر اور جوانی کے عالم میں تھے انہوں نے ایک شخص کے ایسی ضرب لگائی کہ خون نکل آیا۔ کہتے ہیں یہ پہلا خون تھا جو مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان گرا۔ چاشت کی نماز آنحضرت صلعم مسجد حرام یعنی صحن کعبہ میں ادا کرتے تھے کیونکہ اس وقت مشرکین میں بھی عبادت کا دستور تھا۔

غرض نماز کا شروع اسلام ہی سے ثبوت ملتا ہے مگر باقاعدہ پانچ وقت کی نماز بہت بعد یعنی بعثت کے دسویں سال معراج میں فرض ہوئی۔

کھلی تبلیغ کا آغاز

خیر یہ ابتدائی زمانہ اسی طرح خفیہ تبلیغ میں گذر رہا تھا اور بعثت نبوی پر قریباً تین سال گذر چکے تھے کہ اچانک الٰہی حکم نازل ہوا کہ فاصدع بما تؤمر یعنی جو تجھ کو حکم دیا گیا ہے وہ کھولکر لوگوں کو سُنادے" نیز یہ آیت اُتری کہ فانذر عشیرتک الاقربین یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو خدا سے خوف دلا۔ جب یہ احکام نازل ہوئے تو آنحضرت صلعم کوہ صفا جو کعبہ کے پاس ایک پہاڑی ہے اس پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے پکار کر لوگوں کو بلایا۔ جب لوگ جمع ہوگئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اے قریش اگر میں تم کو کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑا لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے کو تیار ہے تو کیا تم میری بات مانو گے" انہوں نے کہا "ہاں کیونکہ تُو صادق القول ہے" آپؐ نے فرمایا "اچھا تو پھر میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ اللہ کا عذاب قریب ہے اس پر ایمان لاؤ تا اس عذاب سے بچو" مگر قریش اس طرح آسانی کے ساتھ مان لینے والی قوم نہ تھی۔ ابولہب آنحضرتؐ کا حقیقی چچا، سامنے سے بولا تبالک الھذا جمعتنا یعنی تیرے لئے ہلاکت ہو کیا اس غرض سے تُو نے ہم کو جمع کیا تھا" اس پر لوگ ہنسی مذاق کرتے ہوئے منتشر ہوگئے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ابولہب کے اسی قول کے جواب میں یہ آیات

نازل ہوئی تبت یدا ابی لھب وتب ما اغنی عنہ مالہ وما کسب سیصلی نارا ذات لھب -

رشتہ داروں کی دعوت

انہی دنوں میں حضرتؐ نے حضرت علیؓ کو ارشاد فرمایا کہ ایک دعوت کا انتظام کرو۔ انہوں نے انتظام کیا اور آپؐ نے اپنے سب رشتہ داروں کو دعوت دی۔ وہ آئے اور کھانا کھایا مگر جونہی کہ حضرتؐ بات شروع کرنے لگے ابولہب نے سبقت کی اور کوئی ایسی بات کہدی کہ جس سے سب منتشر ہو گئے حضرتؐ نے علیؓ سے فرمایا کہ اس دفعہ تو موقع نہیں ملا اسلئے پھر دوبارہ دعوت کا انتظام کرو۔ چنانچہ پھر تمام رشتہ دار جمع ہوئے اور آپؐ نے یوں ان کو مخاطب فرمایا کہ دیکھو میں تمھاری طرف وہ بات لیکر آیا ہوں کہ اس سے بڑھکر اچھی بات کوئی شخص کبھی اپنے قبیلہ کی طرف نہیں لایا پس اس کام میں میرا کون مددگار ہوگا" سب خاموش تھے اور مجلس میں ایک سناٹا سا تھا۔ کہ یکلخت ایک طرف سے ایک تیرہ سال کا بچہ دبلا پتلا جس کی آنکھوں سے پانی بہ رہا تھا اُٹھا اور یوں گویا ہوا "گو میں کمزور ہوں اور سب میں چھوٹا ہوں مگر میں آپؐ کا ساتھ دونگا" یہ حضرت علیؓ کی آواز تھی۔ حاضرین نے یہ نظارہ دیکھا تو بجائے اسکے کہ عبرت حاصل کرتے سب ہنس پڑے اور مذاق اور تمسخر اڑاتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

دار ارقم

اب تبلیغ کھلم کھلا شروع ہوئی اور گلی کوچوں میں اسلام کا چرچا ہونے لگا اور قریش کی دشمنی اور مخالفت کی آگ شعلہ زن ہوئی اور مسلمانوں کو سخت سے سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اس مخالفت کے اسباب اور مسلمانوں کی تکالیف کی تفصیل آگے بیان ہوگی کیونکہ واقعات کی کڑیوں کو درست اور پیہم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ایک اور واقعہ کو یہاں درمیان میں بیان کریں

جب حضرتؐ نے کھلم کھلا تبلیغ شروع کی اور لوگوں میں ایک شور اور طوفان اُٹھا تو حضرتؐ نے مناسب سمجھا کہ اپنا ایک تبلیغی مرکز بنائیں۔ جہاں امن اور خاموشی کے

ساتھ باقاعدہ تبلیغ کی جا سکے اسکے لئے ایک ایسے مکان کی تلاش ہوئی جو مرکزی حیثیت رکھتا ہو۔ ارقم بن ارقم جنکے اسلام کا ذکر اوپر گذر چکا ہے ان کا مکان صفا کے دامن میں واقعہ تھا اور یہ ایسی جگہ تھی جہاں لوگوں کی بہت آمد و رفت رہتی تھی۔ اس مکان کو حضرتؐ نے اس کام کے لئے پسند فرمایا اور اس میں اپنا ڈیرا جمایا۔ تمام مسلمان یہیں جمع ہوتے یہیں نماز پڑھتے یہیں متلاشیان حق آتے اور حضرت انکو تبلیغ فرماتے۔ اسی وجہ سے یہ مکان تاریخ میں خاص شہرت رکھتا ہے اور دار الاسلام کے نام سے مشہور ہے۔

سابقین کو مورخین عام طور پر تین حصوں پر تقسیم کرتے ہیں اوّل وہ جو حضرتؐ کے دار ارقم میں بغرض تبلیغ داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے یہ نہایت خاص الخاص اور چند گنتی کے لوگ ہیں۔ حضرت علیؓ زید بن حارثہ حضرت ابو بکرؓ سعد بن ابی وقاص حضرت عثمانؓ بن عفان وغیرہ اسی گروہ میں سے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو دار ارقم میں ایمان لائے۔ یہ لوگ بھی نہایت عزّت اور خصوصیت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کے نام آگے بیان ہونگے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو دار ارقم سے نکل آنے کے بعد مگر ہجرت سے پہلے پہلے ایمان لائے۔ یہ گویا سابقین میں سے تیسرے درجہ کے لوگ تھے ہجرت کے بعد ایمان لانیوالے سابقین میں سے نہیں شمار کیئے جاتے مگر ان میں سے بھی فتح مکّہ سے پہلے ایمان لانیوالے خاص خصوصیت رکھتے ہیں۔

آنحضرت صلعم قریباً تین سال دار ارقم میں رہے یعنی بعثت کے چوتھے سال آپ نے اسے مرکز بنایا اور چھٹے سال کے آخر تک اسکے اندر اپنا تبلیغی کام کیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ دار ارقم میں ایمان لانے والوں میں سے آخری حضرت عمر بن الخطاب تھے۔ ان کے ایمان لانے سے اسلام کو کافی تقویت پہنچی اور مسلمانوں نے دار ارقم سے نکلکر برملا مسجد حرام میں نماز ادا کی۔ مگر اس نے قریش کی مخالفت اور دشمنی کے جوش کو اور بھی زیادہ کر دیا۔

دار ارقم میں جو لوگ اسلام لائے ان میں سے یہ نام یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

ایک مصعب بن عمیر تھے جو بہت خوش شکل اور حسین تھے اور اپنے خاندان میں نہایت
عزیز اور محبوب تھے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جو ہجرت سے پہلے مدینہ میں اسلامی مشنری بنکے گئے
اور جن کے ذریعہ سے مدینہ میں اسلام پھیلا۔ پھر سعید بن زید تھے جو زید بن عمرو
بن نفیل کے صاحبزادے اور حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے۔ ان کی زوجہ فاطمہ بنت
الخطاب بھی ان کے ساتھ ایمان لائیں۔ سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ایک
روایت میں ان کے اسلام کا زمانہ دار ارقم میں حضرتؐ کے داخل ہونے سے پہلے کا بتایا
گیا ہے واللہ اعلم۔ پھر زید بن الخطاب تھے جو حضرت عمرؓ کے بڑے بھائی تھے۔ یہ نہایت
نیک آدمی تھے اور آنحضرتؐ کے بعد جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ حضرت عمرؓ کو انکی وفات
کا سخت صدمہ ہوا۔ چنانچہ ایکدفعہ ان کے عہد خلافت میں ایک شاعر نے اپنے کسی
بھائی کا مرثیہ حضرت عمرؓ کے سامنے پڑھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں اس طرح
کے شعر کہ سکتا تو میں بھی اپنے بھائی زید کا اسی طرح کا مرثیہ کہتا۔ شاعر نے جواب دیا کہ
جس قسم کی موت (یعنی شہادت) آپکے بھائی کو نصیب ہوئی ہے اگر وہ میرے بھائی
کو نصیب ہوتی تو میں اس کا نوحہ نہ کرتا اور مرثیہ نہ کہتا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں کہا کہ
خدا کی قسم جس طرح تم نے اس قول سے میری عزا پرسی کی ہے ایسی کبھی کسی نے نہیں کی
قریش کے علاوہ دوسرے قبائل سے بلال بن رباح تھے جو امیہ بن خلف کے
حبشی غلام تھے اور جن کو اسلام کی وجہ سے سخت تکالیف کا سامنا رہا حضرت عمرؓ کے
زمانہ میں جب ان کی وفات ہوئی تو آپنے فرمایا کہ آج مسلمانوں کا سردار گذر گیا پھر خباب
بن الارت تھے جو وہ بھی آزاد کردہ غلام تھے اور لوہاری کا کام کرتے تھے۔ عمار بن یاسر
اور ان کی والدہ سمیہ اور ان کے والد یاسر تھے جو مرسہ مستضعفین میں سے تھے۔
پھر صہیب بن سنان تھے جو صہیب رومی کے نام سے مشہور تھے اور جو عبداللہ بن
جدعان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ صہیب اس پایہ کے شخص تھے کہ جب یہ مدینہ کی
طرف ہجرت کرنے لگے تو قریش نے ان کو روکا۔ انہوں نے کہا کہ تم میری ساری دولت

لے لو (تجارت کرکے یہ اچھے امیر ہو گئے تھے) اور مجھے جانے دو۔ اس شرط پر قریش نے جانے دیا۔ حضرتؐ کے پاس اس واقع کی خبر پہنچی تو حضرتؐ نے فرمایا صہیبؓ نے بہت نفع والی تجارت کی حضرت عمرؓ نے اپنی آخری بیماری میں فرمایا کہ نماز صہیبؓ پڑھاویں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا جنازہ بھی صہیبؓ نے ہی پڑھایا۔ یہ سب لوگ مستضعفین میں سے تھے۔ ان کی تکالیف کا ذکر ابھی آتا ہے۔ پھر ابو موسیٰ اشعری بھی غالباً اسی زمانہ میں ایمان لائے۔ یہ یمن کے رہنے والے تھے اور حضرتؐ کا نام سُنکر وہاں سے مکہ آئے اور مسلمان ہو گئے اور پھر واپس اپنے وطن چلے گئے۔ اور پھر ہجرتؐ کے ساتویں سال مدینہ ہجرت کر آئے۔ ابو موسیٰ اکابر صحابہؓ میں سے شمار کیے جاتے ہیں۔ خلفاء راشدینؓ کے زمانہ میں انہوں نے بہت نمایاں حیثیت حاصل کی۔ نہایت خوش الحان تھے۔

حضرت حمزہؓ کا اسلام

پھر اس زمانہ میں مسلمان ہونے والوں میں سے حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب تھے جو آنحضرتؐ کے حقیقی چچا تھے ان کو حضرتؐ سے محبت تھی مگر ابھی تک شرک پر ہی تھے۔ ان کی عادت تھی کہ صبح ہی اُٹھکر تیر کمان ہاتھ میں لیکر شکار کے لئے نکل جاتے اور شام کو واپس آکر پہلے کعبہ کا طواف کرتے پھر صحن کعبہ کے پاس جو قریش ٹولیوں میں بیٹھکر مجلس لگایا کرتے تھے ان میں جاتے اور کچھ باتیں کرکے گھر چلے آتے۔ ایک دن حمزہؓ اسی طرح شکار سے واپس آئے تو ایک خادمہ عورت نے ان سے کہا ابھی ابھی ابو الحکم (ابو جہل کا اصل نام عمرو تھا مگر اپنی دانائی کی وجہ سے وہ ابو الحکم کے نام سے مشہور تھا مسلمانوں نے اسکا نام ابو جہل رکھا) تیرے بھتیجے محمدؐ کو سخت بُرا بھلا کہتا گیا ہے اور گالیاں بھی دی ہیں مگر اس نے سامنے سے کچھ جواب نہیں دیا۔" حمزہؓ کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور فطری غیرت شعلہ زن ہوئی۔ فوراً کعبہ کی طرف گئے اور وہاں طواف کیا۔ طواف کرنے کے بعد جس مجلس میں ابو جہل بیٹھا تھا اسکی طرف بڑھے اور جاتے ہی بڑے زور کے ساتھ اسکے سر پر کمان ماری اور کہا کہ تُو نے محمدؐ کو گالیاں نکالی ہیں حالانکہ تُو جانتا نہیں کہ میں بھی اسکے دین پر

ہوں اور مَیں بھی وہی کہتا ہوں جو وہ کہتا ہے۔ پس اگر ہمت ہے تُو میرے سامنے تو ذرا بول" ابو جہل کے ساتھی ابو جہل کی حمایت میں اُٹھے مگر ابو جہل حمزہ کے اس طرح دلیری کے ساتھ مقابلہ کرنے سے مرعوب ہو گیا تھا اس نے اپنے ساتھیوں کو روک دیا اور کہنے لگا کہ واقعی مجھ سے زیادتی ہو گئی اور اس طرح معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

حمزہؓ جوش میں یہ الفاظ تو کہہ بیٹھے تھے کہ مَیں بھی محمدؐ کے دین پر ہوں جب گھر آئے اور غصہ کم ہوا تو سوچنے لگے کہ مَیں نے کیا کہدیا مگر آخر یہی فیصلہ کیا کہ اب شرک سے توبہ ہی کرنی چاہیئے۔ حضرتؐ کے پاس آئے اور اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کا اسلام

حضرت عمرؓ کے اسلام کا واقعہ اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے۔ حضرت عمرؓ اسلام کے اشد ترین دشمنوں میں سے تھے اور غریب اور کمزور مسلمانوں کو سخت تکلیف دیا کرتے تھے۔ طبیعت میں سختی کا مادہ زیادہ تھا ہی اسے دشمنی نے اور بھی زیادہ کر دیا تھا۔ لکھا ہے کہ ان کے خاندان میں ایک خادمہ تھی جو مسلمان ہو گئی۔ حضرت عمرؓ ان کو اتنا مارتے کہ مارتے مارتے تھک جاتے مگر اسلام جس کے دل میں ایک دفعہ داخل ہوتا تھا اسے کوئی چیز نکال نہ سکتی تھی۔

حضرت عمرؓ ان غریبوں کو تکلیف دیتے دیتے تھک گئے اور ان کی طرف سے کوئی واپس آنے کی صورت نہ دیکھی تو خیال آیا کہ کیوں اس فتنہ کے بانی کا ہی کام تمام نہ کیا جائے۔ یہ خیال آنا تھا کہ تلوار لیکر گھر سے نکلے اور آنحضرت صلعم کا رُخ کیا۔ رستہ میں ایک شخص نے عمرؓ کو اس طرح ننگی تلوار ہاتھ میں لیئے جاتے دیکھا تو پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ عمرؓ نے جواب دیا "محمد (صلعم) کا کام تمام کرنے جاتا ہوں"۔ اس نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو تمھاری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ جھٹ پلٹے اور اپنی بہن فاطمہ کے گھر کا رستہ لیا۔ ابھی گھر کے اندر داخل نہ ہوئے تھے کہ اندر سے قرآن شریف کی تلاوت کی آواز آئی جو خبّاب بن الارت اور ان کے شوہر سعید بن زید پڑھ رہے تھے۔ عمرؓ نے یہ آواز سُنی تو غصہ اور بھی بڑھ گیا۔ گھر میں جلدی سے داخل ہوئے لیکن

ان کی آہٹ سنتے ہی خباب تو ادھر اُدھر ہو گئے اور فاطمہ نے قرآن شریف کے اوراق جھٹ کہیں چھپا دیئے۔ حضرت عمرؓ اندر آئے تو للکار کر کہا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے اور میں نے سنا ہے تم اپنے دین سے پھر گئے ہو" یہ کہکر سعید بن زید سے لپٹ گئے اور انکو زخمی کیا۔ فاطمہ اپنے خاوند کو بچانے کے لئے آگے بڑھی تو وہ بھی زخمی ہوئی مگر فاطمہ نے دلیری کے ساتھ کہا کہ ہاں ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور تم سے جو ہو سکتا ہے کر لو ہم اسے چھوڑ نہیں سکتے" عمرؓ نے اپنی بہن کی طرف نظر کی تو وہ خون سے تر بتر تھی۔ حضرت عمرؓ نہایت سخت آدمی تھے مگر اس سختی کے پردہ کے نیچے محبت اور نرمی کی بھی ایک لہر تھی جو بعض اوقات اپنا رنگ دکھاتی تھی۔ بہن کے بدن پر خون دیکھا اور اس کا اس قدر استقلال اور عزم کا کلام سنا تو اب عمرؓ وہ عمرؓ نہ تھے۔ بہن سے کہنے لگے کہ مجھے بھی وہ کلام دکھاؤ جو تم لوگ پڑھ رہے تھے بہن نے پہلے تو کچھ تأمل کیا مگر پھر قرآن شریف کے اوراق نکالکر عمرؓ کے سامنے رکھدیئے۔ حضرت عمرؓ پڑھتے جاتے تھے اور ایک ایک لفظ اس سعید فطرت کے دل میں گھر کئے جاتا تھا آخر بے اختیار پکار اُٹھے اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ خباب بن الارت مکان میں چھپے ہوئے تھے انہوں نے یہ نظارہ دیکھا تو باہر نکل آئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔ اور عمرؓ سے کہا کہ یہ حضرتؐ کی دعا کا اثر ہے کیونکہ مینے حضرتؐ کو یہ دعا کرتے سنا ہے کہ اے خدا تو عمر بن الخطاب اور عمرو بن الہشام (ابو جہل) میں سے ایک ضرور مجھے دیدے" حضرت عمرؓ کو اب ایک ایک پل گراں تھی خباب سے کہا کہ مجھے فوراً رسول اللہ کے پاس لے چلو۔ مگر کچھ ایسی آپے سے باہر تھے کہ تلوار اسی طرح ننگی کھینچ رکھی تھی۔ حضرتؐ دار ارقم میں مقیم تھے جب دروازہ پر پہنچے تو عمرؓ نے دستک دی۔ عمرؓ کو اس طرح دیکھکر بعض صحابہؓ نے دروازہ کھولنے سے تأمل کیا مگر حضرتؐ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور حمزہؓ نے بھی کہا کہ دروازہ کھول دو اگر نیک ارادہ سے آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر اڑادونگا۔ دروازہ کھولا گیا۔ عمرؓ اندر آئے اور انکو دیکھکر

حضرت آگے بڑھے اور عمرؓ کا دامن پکڑ کر کہا عمر کیسے آئے ہو؟ عمرؓ پہلے سے ہی رام ہو چکے تھے۔ عرض کیا ایمان لانے کی غرض سے آیا ہوں آنحضرت صلعم نے یہ الفاظ سُنکر اللہ اکبر کہا اور ساتھ ہی مخلصین کی جماعت نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکّہ کی تمام پہاڑیاں گونج اُٹھیں۔

حضرت عمرؓ کی عمر اسوقت قریباً ۳۳ سال کی تھی اور آپ اپنے قبیلہ یعنی بنو عدی کے رئیس تھے۔ قریش میں سفارت کا عہدہ بھی انہی کے سپرد تھا اور ویسے بھی نہایت جری اور دلیر آدمی تھے۔ ان کے اسلام لانے سے اسلام کو بہت تقویت پُہنچی اور مسلمانوں نے برملا مسجد حرام میں نماز ادا کی۔ حضرت عمرؓ آخری صحابی تھے جو دارارقم میں ایمان لائے ان سے پہلے قریباً چالیس مرد اور کچھ عورتیں ایمان لاچکی تھیں اور یہ بعثت نبوی سے چھٹے سال کا واقعہ ہے گویا اس چھ سال کی محنتِ جانکاہ کا ثمرہ یہی چالیس پچاس آدمی تھے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شروع شروع میں اسلام کن کن مشکلات میں سے ہو کر گذرا ہے اور اس پر کیسی نازک اور کمزوری کی حالت رہی ہے۔

قریش کی مخالفت کے اسباب

دارارقم کے تمام واقعات کو مسلسل ایک سلسلہ میں بیان کرنے کے لئے ہمیں بعض دوسرے واقعات کو جو اس زمانہ میں ہوئے درمیان میں چھوڑنا پڑا ہے۔ اب ان کو بیان کرتے ہیں۔ دارارقم میں آنحضرت صلعم کے داخل ہونے کی تاریخ عام طور پر ابتداسن چار بعثت نبوی بتائی جاتی ہے یعنی کھلی تبلیغ کے سلسلہ کے شروع ہوتے ہی آپ نے اسے اپنا مرکز قرار دیا۔ اور یہ اوپر بتایا جاچکا ہے کہ جب سے آنحضرت صلعم نے کھلی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور مکّہ کی گلی کوچوں میں اسلام کا چرچا ہونے لگا اور لوگوں کو اس طرف توجہ ہوئی تو اسی وقت سے قریش نے اسکو نیست و نابود کردینے کی کوشش شروع کردی۔ قریش کی مخالفت کے اسباب کیا تھے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر کوئی زیادہ لکھنے کی ضرورت

نہیں۔ ہر ایک الٰہی سلسلہ جو دنیا میں قائم کیا جاتا ہے ضروری ہے کہ دنیا کے لوگ اس کی مخالفت کریں کیونکہ وہ اپنے اندر ایسی باتیں رکھتا ہے کہ جس سے اسوقت کی دنیا محض ناآشنا ہوتی ہے۔ ہر ایک نبی کی بعثت اس بات کا صاف ثبوت ہے کہ اس کے زمانہ میں لوگ ضلالت اور گمراہی کی تاریکی میں مبتلا ہو چکے ہیں اور جس راستہ پر کہ ذات باری تعالیٰ کا منشا ہے کہ بنی نوع انسان قدم زن ہوں اس کو چھوڑ چکے ہیں۔ ایسی صورت میں لامحالہ نبی کی آواز لوگوں کے کانوں میں نہایت اوپری معلوم ہوگی اور وہ اس کی اطاعت کو اپنے موجودہ خیالات اور عادات کے لئے یقینی موت سمجھینگے اور ان کی کوشش یہی ہوگی کہ کسی طرح اس نئے فتنہ کو جو ان کے موجودہ دین و مذہب کے لئے موت کا پیغام لیکر آیا ہے صفحہ دنیا سے مٹا دیں پیشتر اس کے کہ وہ ان کو مٹا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں ایک بھی ایسا رسول نظر نہیں آتا کہ جسے اس کی قوم نے بلاچون وچرا قبول کر لیا ہو چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے یا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ یعنی وائے حسرت لوگوں پر کہ کوئی بھی رسول ان کی طرف ایسا نہیں آیا کہ انہوں نے اس کے ساتھ ہنسی اور ٹھٹھا نہ کیا ہو"۔ اور لطیفہ یہ کہ جو بڑے بڑے لوگ شمار کیئے جاتے ہیں وہی مخالفت میں بھی بڑھے ہوئے ہوتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وکذالک جعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیھا لیمکروا فیھا یعنی سُنت اللہ اسی طرح پر ہے کہ بڑے بڑے لوگ ہمیشہ قطع تعلق کرنے والے اور مفسد ہوتے ہیں"۔ چنانچہ دیکھ لو کہ جب حضرت نوحؑ آئے تو ان کی قوم نے ان کے متبعین کے متعلق یہی فتویٰ لگایا کہ اراذلنا بادی الرای یعنی یہ لوگ ہم میں سے ذلیل اور ہیٹے ہیں"۔ ابراہیمؑ مبعوث ہوئے تو ان کی اپنی قوم کے سربرآوردہ لوگوں نے پکڑ کر ان کو آگ میں جھونک دیا۔ موسیٰؑ آئے تو ان کو بھی اپنی قوم کی طرف سے جنگ و جدل کے نظارے دیکھنے پڑے۔ عیسیٰؑ بن مریم کی باری آئی تو ان کی قوم کے بڑے بڑے جبہ پوشوں نے مل ملا کر ان کو دار پر کھنچوا دیا۔ تو کیا سردر کائنات

اس سُنّت انبیاءؑ سے باہر رہتا؟ بلکہ آنحضرت صلعم جتنا بڑا مشن لیکر آئے اتنی ہی زیادہ آپ کی مخالفت ہوئی۔ اس مخالفت کے موٹے موٹے ظاہری اسباب ہم ذیل میں مختصراً بیان کرتے ہیں:-

(۱) قریش ایک پرلے درجہ کی بُت پرست قوم تھی اور بُتوں کی عزّت اور محبّت ان کے دلوں میں اسقدر رچی ہوئی تھی کہ ان کے خلاف ایک لفظ بھی سننا گوارا نہ تھا۔ خانہ کعبہ جو محض اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنایا گیا تھا اسکے اندر بھی ان ظالموں نے کئی سو بُت جمع کر رکھے تھے۔ اور اپنی تمام ضرویات کیلئے انہی بتوں کے ہاتھ تکتے تھے۔ اب اسلام آیا تو اس کا بنیادی پتھر ہی توحید تھی اور صاف حکم تھا کہ کسی پتھر یا ستارے یا انسان کے سامنے سر مت جھکاؤ بلکہ وا سجدو اللذی خلقھن "صرف اسی ذات کامل کے سامنے جھکو جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے" پھر اس سے بھی بڑھکر یہ کہ انکم وما تعبدون حصب جھنم یعنی اے لوگو تم اور وہ بُت وغیرہ جن کو تم پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن ہیں" ان باتوں نے قریش کے تن بدن میں آگ لگادی تھی اور وہ ایک جان ہو کر اسلام کے مٹانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

(۲) علاوہ بُت پرستی کے عرب میں رسوم کی پابندی بھی بہت تھی اور ایسی ایسی بیہودہ اور گندی رسوم کا رواج تھا کہ جن کے ذکر سے طبیعت رُکتی ہے اور اخلاقی عادات کا یہ حال تھا کہ بالکل وحشیوں کی سی حالت ہو رہی تھی اور لُوٹ اور قتل و غارت کا بازار گرم رہتا تھا اور زناکاری کی کوئی حد نہ تھی مگر اسلام ان سب باتوں سے روکتا تھا گویا اسلام کو قبول کر کے ان کو ایک نئی زندگی اختیار کرنی پڑتی تھی۔

(۳) عربوں میں اپنے اباء اجداد کی عزت اور ان کی پیروی دین و مذہب کی جز بھی اسی وجہ سے ان کو اصرار تھا کہ بل نتبع ما وجدنا علیہ اباءنا مگر اسلام انکے اباءاجداد کو لایعقل اور گمراہ قرار دیتا تھا او لوکان اباءھم لا یعقلون

شیاء ولا یھتدون۔

(۴) پھر قریش ایک نہایت متکبر قوم تھی اور کسی دوسرے کو اپنے برابر نہ سمجھتے تھے اور غلاموں کو تو خصوصیت کے ساتھ اپنی ایڑیوں کے نیچے رکھنا چاہتے تھے۔ مگر اسلام ان سب امتیازات کو مٹا کر ایک عالمگیر اخوت قائم کرتا تھا اور آقا اور غلام کو خدا کے دربار میں ایک صف میں کھڑا کرواتا تھا۔ لیکن ولید بن مغیرۃ اور عاص بن وائل اور ابو جہل کو بلال بن رباح اور ابو فکیہہ اور عمار بن یاسر کے ساتھ پہلو ملا کر کھڑا ہونا موت سے بڑھکر تھا۔

(۵) قریش میں بڑے بڑے صاحب اثر اور مالدار لوگ موجود تھے۔ مگر آنحضرت صلعم ان دونو باتوں سے خالی تھے یعنی نہ تو اپنے ذاتی اثر کے لحاظ سے آپ سرداران قریش میں سے تھے اور نہ ہی دولت اور مال کے لحاظ سے کوئی ممتاز حیثیت رکھتے تھے ایسی حالت میں ان سرداران کے لئے آپ کی اطاعت قبول کرنا ایک ایسی بڑی قربانی چاہتا تھا جسکے لئے یہ لوگ ہرگز تیار نہ تھے۔ اور اسی وجہ سے وہ کہتے تھے کہ لولا نزل علےٰ رجل من القریتین عظیم یعنی کیوں نہ قرآن مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی پر نازل ہوا۔

(۶) پھر قریش کعبہ کے متولی بھی تھے جسکی وجہ سے ان کو بہت دنیوی اقتدار حاصل تھا اور بعض مالی فوائد بھی حاصل ہوتے رہتے تھے لیکن اسلام لانے سے یہ دو باتیں ہاتھ سے جاتی تھیں۔

ان اسباب کے علاوہ قبائل قریش میں آپسمیں رقابت اور دشمنی بھی بہت رہتی تھی۔ اگر کسی ایک قبیلہ کو کوئی امتیاز حاصل ہوتا تھا تو دوسرے جل بھن جاتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ یہ امتیاز کسی طرح اس سے نکل جاوے۔ آنحضرت صلعم خاندان ہاشم میں سے تھے جو خصوصیت کے ساتھ خاندان بنو امیہ اور بنو مخزوم وغیرہ کا جائے حسد تھا پس اس وجہ سے آپکے ساتھ ان قبائل کی سخت مخالفت

اور دشمنی تھی اور اسی بین القبائل تعلقات کا یہ نتیجہ تھا کہ خاندان ہاشم کے تمام ممبر باوجود آنحضرت صلعم سے مذہبی اختلاف رکھنے کے سیاسی طور پر آپ ہی کے ساتھ تھے اور آپ کے محافظ تھے سوائے ابولہب کے جو آپ کی مخالفت میں اسقدر اندھا ہو رہا تھا کہ اس نے یہ خاندانی پاس بھی بالائے طاق رکھدیا تھا۔

ائمتہ الکفر

قریش میں سے جن لوگوں نے آنحضرت صلعم کی سخت مخالفت کی اور اسلام کے مٹانے کے درپے رہے وہ سب ایک قسم کے لوگ نہ تھے۔ بعض میں ذاتی شرافت تھی اور حتی الوسع وہ شرافت ہی کا معاملہ کرنے کی کوشش کرتے تھے مگر کچھ تو اپنی بڑائی کی وجہ سے آنحضرت صلعم کی اطاعت قبول نہ کرسکتے تھے اور کچھ ان کو واقعی یہ دیکھکر تکلیف پہنچتی تھی کہ اس طرح ان کے آباؤ اجداد کے دین و ملت کو برباد کیا جارہا ہے۔ پس وہ اپنی طرف سے پورا پورا زور لگاتے تھے کہ کسی طرح اسلام کو نیست و نابود کردیں۔ ان میں زیادہ ممتاز یہ لوگ نظر آتے ہیں اوّل عتبہ بن ربیعہ جو خاندان بنو عبدشمس میں سے تھا اور نہایت مالدار اور صاحب اثر تھا۔ بدر کے موقع پر اس نے اپنی انتہائی کوشش سے کام لیا کہ کسی طرح یہ جنگ ٹل جاوے مگر ابوجہل جو مخالفت میں اندھا ہو رہا تھا اس نے ایک نہ چلنے دی۔ جب جنگ کے موقع پر عتبہ سُرخ اونٹ پر سوار ہو کر حضرتؐ کے سامنے سے گذرا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اگر اس گروہ میں سے کسی میں کچھ شرافت ہے تو اس سُرخ اونٹ کے سوار میں ہے۔ عتبہ کا بھائی شیبہ بھی عتبہ ہی کے زیر اثر تھا ہر دو جنگ بدر میں قتل ہوئے۔ ان سے اتر کر اور کچھ شرارت کا پہلو لئے ہوئے ولید بن مغیرہ مخزومی تھا جو حضرت خالد بن ولیدؓ کا باپ تھا اور نہایت معمر اور معزز اور مکرم تھا جسکی وجہ سے قریش اسے اپنا باپ سمجھتے تھے ولید ہجرتؐ کے تین ماہ بعد پاؤں میں تیر چبھ جانے سے ہلاک ہوا۔ پھر عاص بن وائل سہمی تھا جو حضرت عمرو بن العاص کا باپ تھا۔ یہ بھی نہایت دولتمند اور بڑا صاحب اثر تھا اور سرداران قریش میں سے تھا۔ عاص ہجرت کے دوسرے ماہ پاؤں سوج جانے

سے نہایت تکلیف اُٹھا کر مر گیا۔

دوسری قسم کے گروہ کی حالت بالکل مختلف تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو آنحضرت صلعم کی مخالفت میں بالکل اندھے ہو رہے تھے اور ہر جائز و ناجائز طریقے سے کوشش کرتے تھے کہ اسلام کو صفحہ دنیا سے مٹا دیں اور مسلمانوں کو اپنے پاؤں کے نیچے کچل ڈالیں اور قریش میں انہی لوگوں کا زیادہ زور تھا کیونکہ انہی کی کثرت تھی۔ ان میں سے خاص طور پر ممتاز یہ لوگ نظر آتے ہیں اوّل ابو جہل بن ہشام جو خاندان مخزوم میں سے تھا۔ اسے آنحضرت صلعم سے پرلے درجہ کی عداوت تھی اور چونکہ حضرتؐ کے پڑوس میں رہتا تھا اس لئے اسے زیادہ تکلیف دینے کا موقع ملتا تھا۔ ابو جہل جنگ بدر میں دو انصار لڑکوں کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوا۔ دوسرے ابو لہب بن عبد المطلب تھا جو حضرتؐ کا حقیقی چچا تھا۔ اس نے دن رات اپنا یہی کام بنا لیا تھا کہ حضرتؐ کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچائے۔ جب حضرتؐ کہیں تبلیغ کو جاتے تو یہ ساتھ ساتھ جاتا اور لوگوں کو بہکاتا۔ یہ بھی آنحضرت صلعم کا پڑوسی تھا۔ ابو لہب جنگ بدر کے تھوڑے عرصہ کے بعد بیماری سے مکہ میں ہلاک ہوا۔ ابو لہب کی بیوی ام جمیل بھی ایذا رسانی میں ابو لہب سے کم نہ تھی۔ تیسرا عقبہ بن ابی معیط تھا جو خاندان بنو امیہ میں سے تھا۔ پرلے درجہ کا شریر اور بدباطن تھا۔ ایک دفعہ اس نے نماز پڑھتے ہوئے حضرتؐ کے اوپر اونٹ کی اوجھ لا کر ڈال دی۔ عقبہ جنگ بدر میں قید ہو کر آیا اور مارا گیا۔ تیسرے امیہ بن خلف تھا جو خاندان جمح میں سے تھا۔ شرارت اور مخالفت میں ابو جہل کا ہم پلہ تھا۔ حضرت بلال اس کے غلام تھے اس بدبخت نے ان کو اسقدر تکالیف دیں کہ سُنکر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ امیہ جنگ بدر میں قتل ہوا۔ اس کا بھائی ابی بن خلف بھی اسی قماش کا آدمی تھا یہ آنحضرت صلعم کے ہاتھ سے جنگ احد میں زخمی ہوا اور اسی زخم سے اپنی کیفر کردار کو پہنچا۔ پھر النظر بن الحارث تھا جو بنو عبد الدار سے تھا اور حضرتؐ کے اشد ترین دشمنوں میں سے تھا اور قرآن شریف پر ہنسی اور مذاق اڑایا کرتا تھا یہ جنگ بدر

میں قید ہوکر آیا اور مارا گیا - پھر اسود بن عبد یغوث - الحرث بن قیس نبیہ ومنبہ ابنا الحجاج اور اسود بن المطلب بھی اشد معاندین میں سے تھے اور یہ سب حضرتؐ کے سامنے ذلت سے ہلاک ہوئے - غرض ایسے ایسے بہت لوگ تھے مگر ہم اختصار کی غرض سے انہی کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں -

ابو سفیان بن حرب اور بعض اسی قسم کے دوسرے لوگ اور ان مذکورہ بالا معاندین کی اولاد مثلاً ابو جہل کا لڑکا عکرمہ بن ابو جہل اور امیہ بن خلف کا لڑکا صفوان بن امیہ اور ولید بن مغیرہ کا بیٹا خالد بن ولید اور عاص بن وائل کا لڑکا عمرو بن العاص بھی مخالفت اور تکلیف دینے میں کسی سے کم نہ تھے مگر یہ سب بعد میں مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اسلام کے راستہ میں بڑی بڑی خدمات کیں اسلئے ان کا مخالفین کی فہرست میں ذکر تک کرنا بھی شاید درست نہ ہو رضی اللہ عنہم اجمعین -

اسلام کے خلاف ان معاندین کی کوششیں اور تعذیب المسلمین

ان معاندین اور ان کے ساتھیوں نے جو فتنہ اسلام کے خلاف پیدا کیا اور جو تدابیر اسلام کے خلاف اور اسے مٹانے کی غرض سے کیں وہ ایک لمبی اور دردناک کہانی ہے جو ہجرت کے آٹھویں سال یعنی فتح مکہ تک پھیلی ہوئی ہے مگر اسجگہ ہم کو صرف یہ دکھانا منظور ہے کہ شروع شروع میں قریش نے اسلام کے مٹانے کے لئے کیا کیا تدابیر کیں اور کن کن طریقوں میں اپنے دلی بغض اور دشمنی کا اظہار کیا -

کھلی تبلیغ کے نتیجہ میں اسلام کے خلاف ایک طوفان بے تمیزی پیدا ہو جانے کا ذکر اوپر گذر چکا ہے - قریش کا سب سے پہلا حربہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو اسقدر تکلیف پہنچائی جاوے کہ وہ اپنے پرانے مذہب کی طرف واپس آجاویں چنانچہ اس غرض کے لئے اور تو اور خود سرور کائنات کو اتنے دکھ دیئے گئے کہ کوئی حد نہیں حالانکہ آپ بنو ہاشم سے تھے جو گو اب غربت کی حالت میں تھا مگر بہت معزز قبیلہ تھا اور عبد المطلب کے زمانہ میں تو سب قبائل سے ممتاز اور طاقتور قبیلہ تھا - یہی وجہ ہے

کہ قریش آنحضرت صلعم پر ہاتھ ڈالتے ہوئے رُکتے تھے اور ابو طالب کے پاس بار بار جاتے تھے کہ اپنے بھتیجے کو بت پرستی کے خلاف وعظ کرنے اور بتوں کو برا بھلا کہنے اور ہم کو اور ہمارے بزرگوں کو جہنمی قرار دینے سے روک لو ورنہ اچھا نہیں ہوگا چنانچہ دو ایسے موقعوں کا مورخین خصوصیت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

چنانچہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ قریش کا ایک وفد ابو طالب کے پاس گیا جس میں بڑے بڑے سرداران قریش شامل تھے مثلاً عاص بن وائل سہمی اور ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ اور ابو سفیان بن حرب اور ابوجہل بن ہشام وغیرہ وغیرہ۔ اس وفد کے ممبران ابو طالب کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ہماری قوم میں معزز ہیں اس لئے آپ سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنے بھتیجے کو روکیں اور یا پھر آپ اپنی حفاظت الگ کرلیں اور ہم کو اور اسکو چھوڑ دیں کہ آپس میں فیصلہ کرلیں" ابو طالب نے ان کے ساتھ بہت نرمی کے ساتھ باتیں کیں اور ان کے غصہ کو کم کرنے کی کوشش کی اور اس طرح انکو کچھ ٹھنڈا کرکے واپس کر دیا۔

مگر چونکہ ان کی ناراضگی کا سبب موجود تھا بلکہ دن بدن ترقی کرتا جاتا تھا اسلئے وہ پھر ابو طالب کے پاس جمع ہوئے اور اسے کہا کہ اب معاملہ حد کو پہنچ گیا ہے اور ہم کو رجس اور پلید اور شر البریہ اور سفہا اور شیطان کی ذریت کہا جاتا ہے اور ہمارے معبودوں کو وقود النار اور حصب جہنم قرار دیا جاتا ہے اسلئے اب ہم بالکل صبر نہیں کر سکتے۔ اور اگر تم اسے الگ نہیں کر سکتے اور اسکی حفاظت سے الگ نہیں ہو سکتے تو پھر ہم مجبور ہیں۔ ہم پھر تم سب کا مقابلہ کرینگے حتیٰ کہ دونو فریقوں میں سے ایک ہلاک ہو جاوے" اب ابو طالب کے لئے نہایت نازک موقع تھا اس نے اسی وقت آنحضرت صلعم کو بلا بھیجا اور ان کو کہا کہ اے میرے بھتیجے اب تیری دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی۔ تو نے ان کے عقلمندوں کو سفیہ قرار دیا اور ان کے بزرگوں کو شر البریہ کہا۔ اور انکے

قابل تعظیم معبودوں کا نام ہیزم جہنم اور وقود النار رکھا۔ مَیں تجھے خیر خواہی کی نیت سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام لو اور اس سختی سے باز آجاؤ ورنہ مَیں تمام قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔" آنحضرت صلعم نے کہا کہ اے چچا یہ دشنام دہی نہیں ہے (بلکہ اظہار واقع اور نفس الامر کا بیان ہے) اور یہی تو کام ہے جس کے لئے مَیں بھیجا گیا ہوں اور اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو مَیں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں۔ مَیں موت کے ڈر سے اظہار حق سے رُک نہیں سکتا اور اے چچا اگر آپ کو اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے تو آپ مجھے اپنی پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہو جائیں۔ مگر مَیں احکام الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رُکونگا۔ اور خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لاکر بھی دیدیں تب بھی مَیں اپنے فرض سے باز نہ آؤنگا اور مَیں اپنے کام میں لگا رہوں گا حتّٰی کہ خدا اسے پورا کرے یا مَیں اس کوشش میں ہلاک ہو جاؤں۔" آنحضرت صلعم یہ تقریر کر رہے تھے اور آپ کے چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی رقت نمایاں ہو رہی تھی۔ جب آپ تقریر ختم کر چکے تو ابو طالب کے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور اس نے کہا "جا اپنے کام میں لگا رہ جبتک مَیں زندہ ہوں اور جہاں تک میری طاقت ہے مَیں تیرا ساتھ دونگا۔"

غرض اس دفعہ بھی قریش ناکام واپس لوٹے اور ابو طالب کو آنحضرت صلعم سے الگ نہ کر سکے۔ آنحضرت صلعم بدستور تبلیغ اسلام میں مصروف رہے اور قریش کا غضب بڑھتا گیا چنانچہ باوجود آپ کے ابو طالب کی حفاظت میں ہونے کے انہوں نے آپ کو تکالیف دینی شروع کیں چنانچہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ شروع شروع میں ہی جب آنحضرت صلعم نے صحن کعبہ میں توحید کا اعلان کیا تو سب لوگ اکٹھے ہو گئے اور ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ حارث بن ابی ہالہ (حضرت خدیجہؓ کے ربیب) کو خبر ہوئی تو دوڑے آئے اور آنحضرت صلعم کو قریش کی شرارت سے بچانا چاہئے مگر لوگوں کے اشتعال کی یہ حالت تھی کہ ان پر ہر طرف سے

تلواریں برس پڑیں اور وہیں شہید ہو گئے - یہ پہلا مسلمان تھا جس نے خدا کی راہ میں جان دی۔ پھر ایک روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ جب کہ حضرتؐ عین نماز کی حالت میں صحن کعبہ کے اندر ذات باری تعالیٰ کے سامنے سر بسجود تھے اور چند قریش بھی وہاں مجلس لگائے بیٹھے تھے اسوقت ابوجہل نے کہا کہ کوئی ہمت کرے تو اونٹ کی اوجھ لا کر محمدؐ کے اوپر ڈال دے - چنانچہ عقبہ بن ابی معیط اُٹھا اور اونٹ کی ایک اوجھ جو خون اور گند سے تر بتر تھی لا کر آپؐ کے سر اور کندھوں پر ڈال دی اور سب ہنسنے لگ گئے - فاطمۃ الزہرا ابھی بالکل کم سن لڑکی تھیں ان کو علم ہوا تو دوڑی آئیں اور اپنے باپ کے کندھوں سے یہ بوجھ اتارا تو تب حضرتؐ نے سجدہ سے سر اُٹھایا - اسی عقبہ بن ابی معیط نے ایک دفعہ حضرتؐ کے گلے میں کپڑا ڈالکر اس زور کے ساتھ بھینچا کہ آپؐ اوندھے مُنہ جا پڑے اور آپؐ کا دم رُک گیا - حضرت ابوبکرؓ کو خبر ملی تو دوڑے آئے اور آنحضرت صلعم کو اس ظالم کے ہاتھ سے چھڑایا اور قریش سے مخاطب ہو کر کہا کہ " اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ یعنی کیا تم ایک آدمی کو صرف اسوجہ سے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے "۔

مگر باوجود ان سختیوں کے آنحضرت صلعم نہایت استقلال اور عزم کے ساتھ اپنا کام کیئے جاتے تھے - قریش نے یہ حالت دیکھی تو گمان کیا کہ شاید آپؐ کو بڑائی کی طلب ہو چنانچہ عتبہ بن ربیعہ قریش کی طرف سے آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا " اے محمدؐ تم ہم میں شریف گھر سے تعلق رکھنے والے ہو مگر تم نے قوم میں سخت فتنہ ڈال دیا ہے - تم کھلکر بتاؤ کہ کیا چاہتے ہو اور اس سے تمھارا مطلب کیا ہے؟ اگر مال چاہتے ہو تو ہم سب تمہارے لئے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ تم ہم سب میں زیادہ مالدار ہو جاؤ - اگر شادی چاہتے

* اس واقعہ سے ان تعلقات پر بہت روشنی پڑتی ہے جو آنحضرت صلعم اور حضرت خدیجہؓ کی پچھلی اولاد کے درمیان تھے - منہ

ہو تو سب سے زیادہ اعلیٰ گھرانے کی اور سب سے زیادہ حسین لڑکی سے تمہاری شادی کرا دیتے ہیں
اگر حکومت چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا سردار بنا لینے کو تیار ہیں" غرض عتبہ نے خوب سجا سجا کر
تقریر کی اور اُسے امید تھی کہ یہ تقریر ضائع نہ جائے گی۔ جب وہ تقریر ختم کر چکا تو آپ نے فرمایا
کہ اے ابوالولید کیا تم نے اپنی بات ختم کر لی؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو اب میرا جواب
بھی سُن لو۔ چنانچہ آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر قرآن شریف کی چند آیات پڑھ دیں
اور پھر آپ نے سجدہ کیا اور سجدہ سے فارغ ہو کر عتبہ سے فرمایا کہ تم سُن لیا جو میں نے کہا۔
بس یہ تمہارا جواب ہے" عتبہ خاموشی کے ساتھ اُٹھ کر واپس ہوا اور قریش سے آکر کہنے لگا
کہ اے قریش تم میری بات مان لو اور وہ یہ کہ اس شخص سے تعرض نہ کرو بلکہ اسے اس کے
حال پر چھوڑ دو۔ اگر عرب نے اسے تباہ کر دیا تو فیصلہ ہوا اور اگر یہ غالب آگیا تو آخر تمہارا
ہی بھائی ہے اسکی کامیابی تمہاری کامیابی ہے اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے"۔
قریش نے کہا کہ کیا تجھ پر محمدؐ نے جادو تو نہیں کر دیا۔ اس نے کہا کہ جو میری رائے ہے
میں نے تم کو بتا دی اب جو تمہارا جی چاہے تم کرو۔

یہ تو قریش کی ان کوششوں کا خلاصہ گذرا جو آنحضرت صلعم کی خاص ذات کے خلاف
انہوں نے کیں۔ باقی مسلمانوں کی عام جماعت تھی۔ لیکن یہ لوگ بھی ایک سے نہ تھے بلکہ بعض نہایت کمزور اور کس مپرسی
کی حالت میں تھے اور بعض بیشک معزز اور طاقتور قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور عرب میں قبیلہ کا پاس
چونکہ ایک طرح سے انکے دین مذہب کا حصہ تھا اسلئے باوجود مذہبی اختلاف کے قبیلے کے لوگوں کو عام طور پر یہ ہرگز گوارا نہ تھا
کہ ان کے کسی آدمی کو کسی غیر قبیلہ کا کوئی شخص تکلیف پہنچا دے اسلئے جہاں تک
بدنی تکالیف کا تعلق ہے ایسے لوگ دوسرے قبائل کی طرف سے نسبتاً بہت امن میں
تھے مگر ہاں اپنے قبیلے کے لوگ خود دل کھول کر تکلیف پہنچاتے تھے اس لئے معزز
آدمی بھی تکالیف اور مصائب سے محفوظ نہ رہتے تھے مثلاً حضرت عثمانؓ بنو امیہ میں سے
تھے جو اس زمانہ میں ایک نہایت طاقتور قبیلہ تھا لیکن لکھا ہے کہ جب وہ اسلام لائے
تو ان کے اپنے چچا نے ان کو باندھ کر خوب پیٹا۔ حضرت زبیر بن العوام کو بھی جو قبیلہ

اسکے متعلق تھے ان کے چچانے نہایت بے دردانہ تکالیف دیں۔ سعد بن وقاص نہایت دلیر اور اپنے قبیلہ میں مقتدر تھے لیکن وہ بھی ان تکالیف سے محفوظ نہ تھے۔ سعید بن زید کے اسلام کا جب حضرت عمرؓ کو علم ہوا تو تلوار لیکر ان پر ٹوٹ پڑے اور اس کش مکش میں اپنی بہن کو بھی زخمی کیا۔ عثمان بن مظعون اور ابوحذیفہ بن عتبہ بھی ان تکالیف سے محفوظ نہ تھے۔ پھر ابو ذر غفاری گو قریش سے نہ تھے مگر انکا قبیلہ اپنے رنگ میں کافی معزز تھا لیکن جب ان کے اسلام کا قریش کو علم ہوا تو قریش نے ان کو اتنا پیٹا کہ مارتے مارتے زمین پر بچھا دیا۔ عبداللہ بن مسعود نے صحن کعبہ میں قرآن پڑھا تو تمام لوگ ٹوٹ پڑے اور سخت زد و کوب کی۔ غرض بدنی تکالیف سے بھی طاقتور قبائل سے تعلق رکھنے والے محفوظ نہ تھے اور دوسری تکالیف مثلاً ہنسی مذاق طعن تشنیع گالی گلوچ پھر تبلیغ اور اشاعت میں روک تھام اور ہر چھوٹی بڑی بات میں دکھ اور تکلیف پہنچانے کی راہ اختیار کرنا ان کی تو کوئی حد ہی نہ تھی۔ آنحضرت صلعم کے عجیب عجیب نام رکھے گئے۔ کبھی آپ کو ساحر کہا جاتا تھا اور کبھی کاہن۔ اور کبھی آپؐ کا نام مجنون رکھا جاتا اور کبھی آپؐ کو شاعر کہکر اپنے دل کی بھڑاس نکالی جاتی تھی۔ مسلمان اپنے آقا کے متعلق یہ باتیں سنتے اور دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہجاتے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم تک یہ خبر پہنچی کہ آپؐ کو بجائے محمد (صلعم) کے مذمّم (یعنی مذمت کیا گیا) کہکر پکارا جاتا ہے۔ آپؐ نے مسکرا کر فرمایا "میرا نام تو محمد (یعنی تعریف کیا گیا) ہے اور جو محمد ہوتا ہے وہ مذمّم نہیں ہوتا"۔

خیر یہ تو آنحضرت صلعم اور قبائل قریش کے ساتھ تعلق رکھنے والے آدمیوں کا حال تھا مگر جو حال غلاموں اور دوسرے کمزور لوگوں کا تھا وہ پڑھکر تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ یہ لوگ بغیر کسی ظاہری پناہ کے تھے اور کوئی نہ تھا جو ان کو قریش کے مظالم سے روک سکتا۔ اسلیئے قریش نے بھی ان کو جی کھولکر دکھ دیئے۔ ذیل کی دو چار مثالیں قریش کے مظالم کا ادنی نمونہ ہیں۔

حضرت بلال بن رباح امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب ان کے اسلام کا امیہ کو علم ہوا تو اس نے ان کو سخت تنگ کرنا شروع کیا۔ دوپہر کے وقت جبکہ اوپر سے آگ برستی تھی ان کو مکّہ کے باہر میدان میں لیجاتا اور ننگا کرکے ریت پر جو آگ کی طرح تپتی تھی لٹا دیتا اور بڑے بڑے گرم پتھر ان کے سینے پر رکھکر کہتا کہ لات اور عزیٰ کی پرستش کرو ورنہ اسی طرح عذاب دیدیکر مار دونگا مگر بلال کے مُنہ سے سوائے اسکے اور کوئی الفاظ نہ نکلتے کہ احد احد یعنی اللہ ایک ہی ہے اللہ ایک ہی ہے۔ پھر رسّی سے باندھکر ان کو لڑکوں کے حوالہ کردیتا اور وہ ان کو پتھریلی گلی کوچوں میں گھسیٹتے پھرتے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بلال پر یہ جور و ستم دیکھے تو امیہ سے خرید کے آزاد کر دیا۔

ابو فکیہہ بنو عبد الدار کے غلام تھے۔ وہ بھی ان کو اسی طرح گرم گرم ریت پر لٹاتے اور سینے پر اتنے بھاری پتّھر رکھتے کہ بیچارے کی زبان باہر نکل آتی مگر کس شان کا ایمان تھا کہ ایک کلمہ بھی تو اسکے مُنہ سے کفر کا نہ نکلوا سکے۔

خبابؓ بن الارت ہرچند کہ اب غلام نہ تھے بلکہ آزاد تھے اور لوہاری کا کام کرتے تھے مگر قریش نے انکو ایک دفعہ پکڑ کر دھلکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیا اور ایک شخص انکی چھاتی پر کھڑا ہوگیا کہ کروٹ نہ بدل سکیں حتّٰی کہ وہ کوئلے اسی طرح جل جل کر انکے نیچے ٹھنڈے ہوگئے۔ خبابؓ نے مدّتوں کے بعد حضرت عمرؓ سے یہ واقعہ بیان کیا تو پیٹھ کھولکر دکھائی جو زخم کے داغوں سے بالکل سفید تھی۔

عامرؓ بن فہیرۃ اور صہیبؓ بن سنان بھی اسی طرح تکالیف کا شکار تھے۔

عامرؓ بن فہیرۃ کو حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کر دیا اور اپنے پاس بکریاں چرانے اور اسی قسم کے دوسرے کام پر رکھ لیا۔

لُبینہ۔ حضرت عمرؓ کی لونڈی تھی عمرؓ نے ان کو سخت تکالیف پہنچائیں اور اتنا مارتے کہ مارتے مارتے تھک جاتے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انکو خرید کر آزاد کر دیا۔

زنیرۃ بنی مخزوم کی لونڈی تھی۔ ابوجہل نے اسے اتنا پیٹا کہ اندھی ہوگئی حضرت

ابو بکرؓ نے خرید کر آزاد کر دیا۔

ام عبیس بنی زہرۃ کی لونڈی تھی اور اسود بن عبد یغوث کے مظالم کا تختہ مشق بنی رہتی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے خریدا اور آزاد کر دیا۔

عمار بن یاسر اور ان کے والد یاسر اور ان کی والدہ سمیتہ کو بنو مخزوم اتنی تکالیف دیتے کہ سُنکر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت صلعم ایک دفعہ ان پر سے گذرے جب کہ ان کو سخت تکلیف دی جا رہی تھی۔ حضرتؐ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا صبراً آل یاسر فان موعدکم الجنۃ یعنی اے آل یاسر صبر کرو کہ تمھارا موعد جنت ہے" یاسر اسی قسم کی تکالیف اٹھاتے اُٹھاتے فوت ہو گئے اور سمیہ کی شرمگاہ میں ظالم ابو جہل نے نیزہ مارا اور قتل کر دیا۔ کیا ان مظالم کی کوئی نظیر ہے؟

ان مصائب پر مسلمانوں کو صبر کی تعلیم اور اسکی وجہ

آنحضرتؐ سے مسلمانوں کی تکلیف دیکھی نہ جاتی تھی مگر آپ ان کی کچھ مدد نہ کر سکتے تھے۔ صحیح بخاری میں ایک روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ خبّاب بن الارت آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ قریش سے مسلمانوں کو اتنی تکالیف پہنچ رہی ہیں آپ انکے لئے بد دعا کیوں نہیں کرتے؟" لکھا ہے کہ آپؐ اسوقت لیٹے ہوئے تھے یہ سُنکر اُٹھکر بیٹھ گئے اور آپؐ کا چہرا سُرخ ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا دیکھو تم سے پہلے وہ لوگ گذرے ہیں جن کے سر پر آرے چلائے گئے اور وہ چیر ڈالے گئے مگر وہ اپنے کام میں لگے رہے۔ دیکھو خدا اس کام کو خود پورا کریگا یہاں تک کہ شتر سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اس کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا" کیا صحابہؓ نے اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ نہیں دیکھا؟

پھر ایک اور روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبد الرحمن بن عوف مع چند

دوسرے اصحابؓ کے آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ سے یوں مخاطب ہوئے۔ یارسول اللہؐ ہم جب مشرک تھے تو ہم معزز تھے اور کوئی ہماری طرف نظر نہ اٹھا سکتا تھا لیکن اب ہم مسلمان ہوئے ہیں تو ہم کمزور اور ناتواں ہو گئے ہیں" اور لڑنے کی اجازت چاہی مگر حضرتؐ نے فرمایا انی امرت بالعفو فلا تقاتلوا (نسائی) یعنی مجھے عفو کا حکم ہے پس تم مت لڑو"۔ صحابہؓ کا حضرتؐ کے ہر قول کے سامنے سر تسلیم خم تھا انہوں نے صبر اور استقلال کا وہ نمونہ دکھایا کہ تاریخ اسکی نظیر لانے سے عاجز ہے۔

اس موقعہ پر بعض یورپین موٴرخوں کو خیال پیدا ہوا ہے کہ چونکہ اسوقت مسلمان کمزور تھے اور انکی تعداد تھوڑی تھی اس واسطے ان کو عفو کا حکم دیا گیا تھا اور اسی لئے وہ لڑنے سے روکے گئے تھے لیکن جسے ذرا بھی اسلامی تاریخ سے مس ہو وہ کبھی بھی اس خیال کو قبول نہیں کر سکتا کیونکہ ابتدا اسلام میں مسلمانوں نے ایسا کوئی جنگ نہیں کیا کہ جس میں وہ دشمن پر تعداد یا دوسرے ظاہری اسباب کے لحاظ سے فوقیت رکھتے ہوں بلکہ بعض اوقات ایک نہایت قلیل تعداد نے بڑی بڑی عظیم الشان افواج کا مقابلہ کیا ہے اور ان کو شکست دی ہے پس یہ خیال کرنا کہ شروع شروع میں کمی تعداد کی وجہ سے آنحضرتؐ ترک مقابلہ پر مجبور تھے یا تو صریح ظلم ہے اور پہلے درجہ کا تعصبانہ خیال ہے اور یا تاریخ اسلام سے محض بے خبری کا نتیجہ ہے خالد بن ولید جو آنحضرت صلعم کا ایک ادنیٰ خادم تھا اس نے ایک موقعہ پر چند گنتی کے آدمیوں کے ساتھ دشمن کی کئی ہزار افواج کو شکست دی اور یہ ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے کہ جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا تو کیا سرور کائنات جس کی پاؤں کی خاک سے ہزارہا خالد پیدا ہوئے مکہؔ کے دو تین ہزار مشرکوں سے اسواسطے دبتا تھا کہ مسلمانوں کی کوئی بڑی جمعیت نہ تھی؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ اُسوقت بھی فقط اشارہ کی دیر تھی اور یہی مٹھی بھر مسلمان جن کی رگ رگ میں ایمان کی برقی طاقت کام کر رہی تھی اور جو خود آ آ کر حضرتؐ سے مقابلہ کی اجازت چاہتے تھے کفارِ مکہؔ کو دھنی ہوئی روئی کی طرح بکھیر دیتے

چنانچہ جب اس کا وقت آیا تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ پکڑنے میں بڑا دھیما ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے پس اس نے اپنے رسولؐ کو صبر اور عفو کی تعلیم دی کہ تا منکرین پر حُجّت پوری ہو اور جب وہ وقت آیا کہ انکی شرارتوں کا پیالہ لبریز ہو گیا تو اس نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ اب اس شہر سے تُو نکل جا کیونکہ اب ان کے عذاب دینے کا وقت آگیا ہے اور ان پر حجت پوری ہو چکی ہے چنانچہ بدر کے موقعہ پر انہی مٹھی بھر مسلمانوں کے ہاتھ سے بڑی بڑی اونچی گردنوں والے خاک میں مل گئے۔

پس یہ خیال غلط اور بالکل غلط ہے کہ آنحضرت صلعم کو اپنی جمعیت کا انتظار تھا بلکہ حق یہی ہے جیسا کہ آپؐ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کو جواب دیا کہ شروع شروع میں آپؐ کو عفو اور صبر کا حکم تھا ہاں جب کُفّار مکہ پر اتمام حجّت ہو چکا اور وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے بلکہ ترقی کرتے گئے تو باوجود اسکے کہ اس وقت بھی ظاہری اسباب کے لحاظ سے آپؐ کے پاس عرب کے مقابلہ کے لئے قطعاً کوئی جمعیت نہ تھی آپؐ نے وہی چند مٹھی بھر آدمی لیکر ان کا مقابلہ کیا اور چونکہ اللہ تعالےٰ کی نصرت آپؐ کے شامل حال تھی اس لئے آپؐ اس مقابلہ میں کامیاب ہوئے۔

(باقی آیندہ)

واقعہ صلیب پر ایک مختصر نوٹ

واقعہ صلیب ایک نہایت اہم مسئلہ ہے

مسیحؑ کی صلیب کے واقعہ کو جو اہمیت مذہبی دنیا میں حاصل ہے وہ کوئی پوشیدہ امر نہیں۔ یسوعی مذہب کی تو گویا بنیادی ہی اس عقیدہ پر ہے کہ مسیحؑ مخلوق خدا کی خاطر صلیب پر چڑھکر کفارہ ہو گیا۔ اور مذہب یہود اور اسلام میں بھی جو اہمیت اسے حاصل ہے وہ کم نہیں۔ اسلئے اس کے متعلق کچھ مختصر سا نوٹ لکھنا انشاء اللہ خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

اس کے متعلق تین مختلف خیال

واقعہ صلیب کے متعلق تین مختلف خیالات پائے جاتے ہیں :-
اوّل اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) ہیں جن کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ یسوع مسیح صلیب پر لٹکایا گیا اور صلیب پر ہی اس نے جان دی۔ گو اس واقعہ سے یہود اور نصاریٰ مختلف نتیجے نکالتے ہیں یعنی یہود تو مسیحؑ کی صلیبی موت اسکے کذب دعویٰ پر دلیل گردانتے ہیں کیونکہ ان کی گذشتہ کتب میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ جو کاٹ پر لٹکا کر مارا جاتا ہے وہ ملعون موت مرتا ہے۔ اور مسیحی لوگ مسیحؑ کی صلیبی موت پر مسئلہ کفارہ کی بنیاد رکھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیحؑ نے خوشی خوشی کے ساتھ اس ملعون موت کو اپنے لئے اختیار کیا تا تمام لوگوں کے گناہوں کی لعنت اپنے اوپر اُٹھالے مگر باوجود ان دو مختلف نتائج کے امر واقعہ کے متعلق یہود اور نصاریٰ ہر دو کا ایک ہی عقیدہ ہے کہ مسیحؑ صلیب پر لٹکایا گیا اور صلیب پر ہی اس کی جان نکلی:

دوسرا خیال وہ ہے جو عام مسلمانوں کا ہے اور وہ یہ کہ صلیب کا واقعہ شروع سے ہی غلط اور بے بنیاد ہے۔ بلکہ مسیحؑ کو صلیب پر لٹکایا ہی نہیں گیا اور ان کے نزدیک اصل واقعہ اس طرح پر ہوا کہ جب یہود نے شرارت شروع کی اور مسیحؑ کو پکڑوانا چاہا تا اسے صلیب پر لٹکائیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک اور آدمی پر مسیحؑ کی شکل ڈال دی جسکو یہود نے پکڑ کر پھانسی دیدیا مگر خود مسیحؑ بچ گیا اور آسمانوں پر زندہ بجسم عنصری اُٹھالیا گیا:

تیسرا خیال وہ ہے جو جماعت احمدیہ کا ہے اور وہ یہ کہ مسیحؑ کو صلیب پر لٹکایا تو گیا مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا سامان ہوا کہ پیشتر اسکے کہ مسیحؑ کی جان نکلے وہ صلیب پر سے اُتار لیا گیا اور پھر وہ علاج معالجہ سے اچھا ہو گیا اور خفیہ خفیہ کسی اور ملک کی طرف ہجرت کر گیا:

گویا یہود و نصاریٰ کے نزدیک تو مسیح صلیب پر لٹکایا گیا اور صلیب پر ہی اس نے جان دی اور مسلمانوں کے نزدیک مسیحؑ صلیب پر لٹکایا ہی نہیں گیا بلکہ اسکی جگہ کوئی اور شخص لٹکا دیا گیا اور احمدیوں کے نزدیک مسیحؑ صلیب پر

لٹکایا تو گیا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے صلیبی موت سے بچا لیا۔ یہ ہیں تین مختلف خیالات جو مسیح ناصری کے واقعہ صلیب کے متعلق دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے کون سچا اور کون جھوٹا ہے اس تحقیقات کے لئے ہمارے پاس اوّل قرآن کریم ہے جو کم از کم احمدیوں اور دیگر عام مسلمانوں کے درمیان ایک قطعی اور یقینی حکم ہے اور پھر تورات اور انجیل اور تاریخ ہیں جن کے ذریعہ سے اہل کتاب کے عقیدہ پر روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔ پہلے ہم قرآن شریف کو لیتے ہیں کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان جو اختلاف واقع صلیب کے متعلق ہے اس میں کون حق پر ہے پھر اس تحقیقات میں جو حق پر ثابت ہوگا اس کے اور اہل کتاب کے درمیان فیصلہ کے لئے ہم بائیبل اور تاریخ کو لینگے اور ساتھ ساتھ عقلی دلائل کو بھی مدنظر رکھینگے تا روایت اور درایت دونو طرح اس اختلاف کا فیصلہ کیا جاوے۔

قرآن کریم کا فیصلہ قرآن کریم اہل کتاب کے تمام اختلافات کے لئے حکم ہونے کا مدعی ہے جیسا کہ فرمایا وما انزلنا علیک الکتٰب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدًی ورحمۃ لقوم یؤمنون یعنی ہم نے اے محمد صلعم تجھ پر قرآن شریف دو غرض سے اُتارا ہے اوّل اسلئے کہ تو اسکے ذریعہ یہود اور نصاریٰ کے اختلافات کا فیصلہ کرے۔ اور دوسرے اس لئے کہ یہ ایمان لانیوالی قوم کے لئے ہدایت اور رحمت ہو۔"

چنانچہ ہم دیکھتے کہ جن جن مسائل میں یہود اور نصاریٰ کا باہم اختلاف واقع ہوا ہے قرآن نے اس بحث کو لیا ہے اور ان دونو کے اندر حَکَم ہو کر فیصلہ کیا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ جہاں کہیں یہ دونو گروہ ہم عقیدہ ہیں لیکن غلطی پر قائم ہیں وہاں بھی قرآن مجید نے آواز اُٹھائی ہے اور اس غلطی کو دُور کیا ہے اور اسکی کئی مثالیں قرآن شریف میں موجود ہیں مگر اسکی تفصیل کی گنجائش نہیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ واقعہ صلیب کے متعلق قرآن شریف کیا کہتا ہے۔ اگر تو یہ

خاموش ہے تو پتہ لگا کہ یہود اور نصاریٰ اپنے خیالات میں حق پر ہیں لیکن اگر اس نے اس مسئلہ کو لیا ہے اور تردید کی ہے تو پھر یہ دیکھنا ہے کہ ان کے عقیدہ کی تردید کرنے کے بعد وہ کونسا عقیدہ ہے جو قرآن نے قائم کیا ہے۔

سورۃ نساء میں قرآن شریف کہتا ہے وقولھم انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم۔ وان الذین اختلفوا فیہ لفی شك منہ۔ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً و ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا۔

یہ وہ آیات ہیں جو مسیحؑ کے واقعہ صلیب کے متعلق فیصلہ کرتی ہیں لیکن تعجب یہ کہ احمدی اور عام مسلمان اپنے اپنے عقائد انہی آیات سے استنباط کرتے ہیں یعنی انہی آیات سے غیر احمدی یہ نکالتے ہیں کہ مسیحؑ کو صلیب پر لٹکایا ہی نہیں گیا بلکہ کسی اور شخص پر مسیحؑ کی شکل ڈال دی گئی جسے یہود نے مسیحؑ سمجھکر صلیب پر لٹکا دیا اور انہی آیات سے احمدی یہ ثابت کرتے ہیں کہ مسیح صلیب پر تو بیشک لٹکایا گیا مگر اس کی موت صلیب پر نہیں ہوئی بلکہ اللہ نے اسے اس ملعون موت سے بچا لیا لیکن غشی وغیرہ سے ایسی حالت اسکی بے شک ہو گئی تھی کہ وہ مقتول و مصلوب سمجھ لیا گیا۔ یہ ہر دو خیالات انہی آیات سے نکالے جاتے ہیں۔ اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ یہ الفاظ درحقیقت کس مفہوم کی تائید میں ہیں۔ ہم کو ان سب آیات پر نظر ڈالنے کی ایسی ضرورت نہیں کیونکہ اصل وہ آیت جس پر تمام بحث آکر جمع ہو جاتی ہے یہ ہے وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم یعنی یہود نے نہ تو مسیحؑ کو تلوار کے ساتھ قتل کیا اور نہ ہی اسے صلیب پر لٹکا کر مارا بلکہ (امر واقعہ یہ ہے) کہ مسیحؑ ان کے لئے مشابہ بالمصلوب بنا دیا گیا یعنی

صلیب پر لٹکے رہنے سے اسپر ایسی کمزوری اور غشی کی حالت طاری ہو گئی تھی کہ عام لوگوں نے اسے واقعی مردہ سمجھ لیا حالانکہ وہ مردہ نہ تھا بلکہ مردہ کے مشابہ ہو گیا تھا ؛

یہ تو ہیں ہمارے معنی مگر غیر احمدی اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ یہود نے نہ تو مسیحؑ کو قتل کیا اور نہ ہی صلیب پر لٹکایا بلکہ دراصل کوئی اور شخص مسیحؑ کے مشابہ بنا دیا گیا" گویا ماصلبوہ اور شبہ لھم کے معنوں میں ہمارا اور ان کا اختلاف ہے۔ ہم ماصلبوہ کے یہ معنی کرتے ہیں کہ صلیب پر لٹکا کر نہیں مارا اور وہ یہ کرتے ہیں کہ صلیب پر نہیں لٹکایا۔ اسی طرح ہم ولکن شبہ لھم کے یہ معنی کرتے ہیں کہ لیکن مسیحؑ (دراصل مصلوب نہیں ہوا بلکہ) مصلوب کے مشابہ بنا دیا گیا" اور غیر احمدی یہ معنی کرتے ہیں کہ کوئی اور شخص مسیحؑ کے مشابہ بنا دیا گیا اور اسے مصلوب کر دیا گیا"۔ ان دو اختلافات پر اب ہم نظر کرتے ہیں۔ پہلے ماصلبوہ کے الفاظ ہیں اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ صلیب کے معنی سمجھنے میں ہمارے غیر احمدی مولویوں نے سخت دھوکا کھایا ہے اور وہ یہ کہ وہ اس کے معنی محض صلیب پر چڑھانے کے کرتے ہیں حالانکہ یہ معنی غلط ہیں۔ لُغت کی کتابوں میں لکھا ہے القتلة المعروفة (لسان العرب و تاج العروس) یعنی صلیب دینے کے معنی یہ ہیں کہ ایک معروف طریقہ پر جان سے مار دینا یعنی صلیب پر لٹکا کر۔ خود لفظ صلیب کی روٹ میں مارنے کا مفہوم موجود ہے کیونکہ صلیب کے معنی ہیں ہڈی کا گدا (ملاحظہ ہو لسان العرب و تاج العروس) اس لئے صلیب کے معنی یہ ہوئے کہ اس کا جسم سڑ جاوے اور اس کی ہڈیوں سے گودا بہ نکلے اور یہی صلیبی موت ہے کیونکہ صلیب کی لکڑی سے مجرم کو میخوں سے لٹکا دیا جاتا تھا جہاں وہ بھوک اور تکان اور زخموں سے درد سے تکلیف

اُٹھاتا اُٹھاتا مرجاتا تھا اور اس کا جسم سڑ جاتا تھا۔ اس لئے ماصلبوہ کے یہ معنی کرنا کہ یہود نے مسیح کو صلیب پر لٹکایا تک نہیں صریح غلط اور عربی زبان کے خلاف ہے پس ماصلبوہ کے یہ معنی ہوئے کہ یہود نے مسیح کو صلیب پر اتنی دیر تک نہیں لٹکائے رکھا کہ وہ وہیں مرجاوے یعنی مسیح صلیب پر نہیں مرا۔

دوسرا اختلاف ولٰکن شبہ لھم کے متعلق ہے۔ ہمارے غیر احمدی لوگ اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ کوئی شخص مسیح کا ہم شکل بنادیا گیا تھا جسے یہود نے مسیح سمجھ کر پکڑا اور صلیب دے دیا۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اوّل تو یہ صریح ظلم ہے کہ ایک کی جگہ دوسرے کو صلیب پر چڑھا دیا جاوے اور خدا کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا دوسرے یہ کہ ان الفاظ کے کسی صورت میں بھی یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ کوئی اور شخص مسیحؑ کا مثل بنادیا گیا تھا کیونکہ شُبِّہَ کا لفظ ماضی مجہول کا صیغہ ہے اور ضمیر واحد غائب مستتر ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ مشابہ بنادیا گیا' اور یہی معنی ہمارے مخالف بھی قبول کرتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کس کے مشابہ بنادیا گیا اور کون مشابہ بنادیا گیا؟ اس سوال کے جواب میں ہمارے مخالف خواہ مخواہ ایک بیرونی شخص کو جس کا اس آیت میں کیا اس کے قریب قریب بھی کہیں ذکر تک نہیں درمیان میں لے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی اور شخص (جس کا اس آیت میں کہیں ذکر نہیں) وہ مسیحؑ کے مشابہ بنادیا گیا حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ جو مشابہ بنایا گیا اور جس کے مشابہ بنایا گیا ان دونو کا اس آیت کے قریب ذکر ہونا چاہیئے ورنہ کسی کو کوئی اختیار نہیں کہ اپنے پاس سے کوئی چیز قرآن شریف کے اندر ڈالدے۔ خوب غور کرلو کہ آیت میں صرف مسیحؑ کا ذکر ہے اور یا یہود کے اس دعویٰ کا ذکر ہے کہ مسیحؑ مقتول اور مصلوب ہوگیا پس آیت

زیر غور کے یہ معنی ہوئے "اور یہود نے مسیحؑ کو مقتول نہیں کیا اور نہ ہی مصلوب کیا۔ لیکن مسیحؑ ان کے لئے مشابہ بالمصلوب ضرور بنا دیا گیا"۔ اور یہی وہ معنی ہیں جو ہم کرتے ہیں کہ یہود کو مسیحؑ کے معاملہ میں دھوکا لگا انہوں نے سمجھا کہ مسیح صلیب پر مر گیا حالانکہ وہ صرف مشابہ بالمصلوب ہوا تھا نہ کہ مصلوب۔ اور ظاہر ہے کہ اگر مسیح صلیب پر لٹکایا تک نہیں گیا تو وہ مشابہ بالمصلوب کس طرح بن گیا۔

غرض قرآن شریف جہاں صریح اس خیال کی تردید کرتا ہے کہ مسیحؑ صلیب پر مرا۔ وہاں اسی صراحت کے ساتھ اس خیال کو بھی غلط قرار دیتا ہے کہ مسیحؑ صلیب پر لٹکایا ہی نہ گیا۔ بلکہ درمیانی خیال کو درست رکھتا ہے کہ مسیحؑ صلیب پر لٹکایا تو ضرور گیا لیکن صلیب پر مرا نہیں۔ وھوالمراد ۔

اسجگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ قرآن شریف میں تو اللہ تعالیٰ مسیحؑ کے متعلق فرماتا ہے کففت بنی اسرائیل عنك یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکے رکھا" اس سے ثابت ہوا ۔ کہ یہود مسیحؑ کو صلیب پر لٹکانے پر ہی قادر نہیں ہوسکے"۔ یہ ایک غلط خیال ہے۔ کففت بنی اسرائیل عنك کے صرف یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسیحؑ کو یہود کی شرارت سے محفوظ رکھا یعنی یہ جو انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ اسے صلیب پر مار کر جھوٹا ثابت کریں اس ارادہ میں ان کو ناکام رکھا اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہود مسیحؑ کو کوئی چھوٹی موٹی تکلیف دینے پر بھی قادر نہیں ہو سکے ایک ابلہانہ خیال ہے جس کی نہ تو الفاظ اجازت دیتے ہیں اور نہ ہی تاریخ سے شہادت ملتی ہے۔ پس اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ جو بد ارادہ یہود نے مسیحؑ کے متعلق کیا تھا اس میں وہ ناکام رہے۔ دیکھو آنحضرت صلعم کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کا حفاظت کا وعدہ تھا

کہ واللہ یعصمک من الناس یعنی اللہ تجھے لوگوں سے بچائیگا"
لیکن باوجود اسکے آنحضرت صلعم کو بعض اوقات کفار سے سخت تکالیف پہنچیں حتّٰی کہ جنگ احد میں آپ کو سخت زخم آئے اور دو دانت بھی آپؐ کے ٹوٹ گئے۔ تو کیا اللہ کا وعدہ غلط نکلا؟ ہرگز نہیں بلکہ اس حفاظت کے وعدہ کے یہی معنی تھے کہ کفار نے جو یہ ارادہ کیا ہے کہ تجھے اور تیرے سلسلہ کو نابود کردیں تو اس میں وہ کامیاب نہ ہونگے یہی معنی مسیحؑ کے متعلق لینے چاہئیں۔ (باقی آئندہ)

ریویوز

صبر کا اجر ماسٹر احمد حسین صاحب فریدآبادی نے جو سلسلہ مسلمان عورتوں اور بچوں کے لئے شروع کیا ہے اسکے بعض نمبروں پر ہم اپنے ایک گذشتہ نمبر میں ریویو کرچکے ہیں۔ اب ہمارے پاس اس سلسلہ کے دو نمبر اور پہنچے ہیں یعنی صبر کا اجر حصہ اوّل و دوم۔ ان نمبروں میں ماسٹر صاحب موصوف نے علاوہ عام اخلاقی اور اسلامی مسائل پر عام فہم اور دلچسپ پیرایہ میں روشنی ڈالنے کے بعض ان مسائل کو بھی لیا ہے جو احمدیوں اور دیگر مسلمانوں کے درمیان اختلافی مسائل ہیں۔ ایسے طریق پر مسائل کا بیان کرنا بہت مفید ہوا کرتا ہے کیونکہ پڑھنے والا انہیں ایک کہانی کے رنگ میں پڑھتا جاتا ہے اور بوجھ نہیں محسوس کرتا لکھائی چھپائی اچھی ہے قیمت ہر حصہ کی پانچ پانچ آنہ۔

اتالیق یہ ایک ماہوار رسالہ ہے جو ماسٹر صاحب موصوف نے بچوں کے فائدہ کیلئے جاری کیا ہے جسمیں بچوں کے مفید حال عام اخلاقی مذہبی علمی مضامین نکلا کرینگے طلباء کے مضامین بھی اس رسالہ میں شائع کئے جاسکینگے بلکہ ان کے لئے ماہواری انعامات رکھے جانے کی تجویز ہے۔ دلچسپ سوالات کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا ہے جن کے جوابات بچوں سے مانگے گئے ہیں۔ نظم بھی ہر نمبر میں کوئی نہ کوئی نکلا کریگی۔ اطرح امید ہے یہ رسالہ انشاءاللہ بچوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ احباب کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کے لئے ضرور یہ رسالہ جاری کرادیں۔ تاریخ اشاعت کوئی معین نہیں بلکہ یہ رسالہ ہر مہینہ بلا تعیین تاریخ نکلا کریگا۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ ہیں قیمت سالانہ عہ ششماہی ۵؍ فی پرچہ ۲؍۔ کم ازکم نمونہ کا پرچہ ضرور منگا کر ملاحظہ کریں۔

ملنے کا پتہ:۔ ماسٹر احمد حسین صاحب فریدآبادی قادیان۔ پنجاب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

از دفتر ریویو آف ریلیجنز ۔ قادیان دارالامان ۔

مورخہ ۔۔۔ ۱۹ء

مکرم بندہ ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔

میرا خیال ہے کہ آپکی انجمن کے تمام ممبروں کو اب تک حضرت اقدس مسیح علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اس ارشاد کی اطلاع نہیں جو ان الفاظ میں ہے کہ "اگر خدانخواستہ یہ رسالہ گم تو بھی اس جماعت سے بند ہو گیا تو یہ واقعہ اس سلسلہ کے لئے ایک ماتم ہوگا" وغیرہ وغیرہ ۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہر ایک ارشاد کی تعمیل تمام احمدیوں کا پہلا فرض ہے مجھے یقین ہے آپ خود اسے تمام ممبروں کو سنائیں اور حضرت اقدس ؑ کے ارشاد کے مطابق خود بھی رسالہ کی اشاعت میں پورا حصہ لیں گے اور دوسرے احمدی احباب کو بھی جو آپکے قریب ہوں اور ابتک رسالہ کے خریدار نہیں ہوئے ۔ اس ارشاد کی اطلاع دیکر اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں گے

اُردو رسالہ کی قیمت عہ رسالانہ اور انگریزی کی صہ رسالانہ ہے جو رسالہ کے اجرا کے وقت پیشگی وصول ہونی ضروری ہے ۔ یا پہلا پرچہ قیمت مذکور میں وی پی بھیجا جا سکتا ہے ؛

نوٹ :۔ اگر کسی بھائی کو رسالہ کی پوری قیمت دینے کی طاقت نہ ہو (اگرچہ عہ رسالانہ کوئی بڑی رقم نہیں) تو ایک دوسرے سے ملکر ایک ایک سالہ خریدیں مگر کسی بھائی کو اس کار خیر سے علیحدہ نہیں رہنا چاہیئے ؛

آپکے جواب کا منتظر ہیڈ کلرک میگزین

سہاگ نامہ احمدی بزبان پنجابی مصنفہ منشی جھنڈے خاں صاحب مدرس بے ہالی قیمت ا ر

جنڈ نامہ ۔ سی حرفی منظومہ حافظ معین الدین صاحب قادیانی قدیم خادم حضرت مسیح موعود علیہ السلام قیمت ۔ ر

محمد عنایت اللہ تاجر کتب قادیان دارالامان سے مل سکتی ہیں ۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۲۷

(مطبع میگزین قادیان میں باہتمام شیخ محمد نصیب پرنٹر و پبلشر چھپکر صدر انجمن احمدیہ کیلئے شائع ہوا)